محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

سازشی دیوتا

ناول نمبر
775

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود ، فاروق ، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

سازشی دیوتا

اشتیاق احمد

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند ، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	سازشی دیوتا
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز نمبر 775
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	210روپے

ISBN 978-969-601-003-6

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز

A-36ایسٹرن اسٹوڈیو B-16سائٹ کراچی

0300-2472238, 32578273, 34228050

ای میل atlantis@cyber.net.pk

www.inspectorjamshedseries.com

ایک حدیث

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلیکیشنز

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو B-16 سائٹ، کراچی۔

0300-2472238, 32578273, 34225050

ای میل: atlantis@cyber.net.pk

www.inspectorjamshedseries.com

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! یہ سازشی دیوتا ہے ... آپ کو اس سے مل کر خوشی ہوگی، اگرچہ عام طور پر سازشی لوگوں سے مل کر خوشی نہیں ہوتی اور یہ تو پھر سازشی دیوتا ہے... خیر اس کا اندازہ ناول پڑھنے کے بعد ہوگا کہ آپ کو کچھ ہوتا ہے یا نہیں۔

ویسے سچی بات یہ ہے کہ اب اٹلانٹس سے شائع ہونے والے ناول دیکھ کر ایک انجانی سی خوشی محسوس ہونے لگی ہے...اور اس خوشی کا احساس لی شن سے شروع ہوا ہے...لی شن پلان جس خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا... وہ امید سے بڑھ کر ہے اور اس ناول کو دیکھتے ہی میں نے فاروق صاحب کو فون کیا اور ان سے یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ ماشاء اللہ !بہت ہی زیادہ خوب صورت شائع ہوا ہے... اتنا کہ میری چالیس سالہ اشاعتی زندگی میں آج تک ایسا ناول اس قدر خوب صورت شائع نہیں ہوا۔

یہ ترقی خوش آئند ہے... اور اب امید ہو چلی ہے کہ ناول باقاعدگی سے بھی آئیں گے...یوں بھی اب میرے پڑھنے والے ایک بار پھر سے ناول مانگنے لگے ہیں۔ ان کا انتظار کرنے لگے

ہیں... گویا سوکھے دھانوں پانی پڑ گیا ہے... زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی ہے... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس لہر کو مزید تازگی عطا فرمائے اور ہم اپنے باقاعدگی کے سابقہ طریقے کو چھولیں... جب ہر ماہ کی ٹھیک 20 تاریخ کو ہر حال میں ناول اسٹالوں پر موجود ہوتا تھا... اس وقت اس باقاعدگی کی وجہ سے مجھے اور میرے قارئین کو کتنی خوشی ہوتی تھی... کس قدر سکون محسوس ہوتا تھا... یہ بے فکری ہوتی تھی کہ ناول ٹھیک وقت پر مل جائے گا... اور ہم سب کو بے کار قسم کے انتظار نہیں کرنے پڑتے تھے۔

اس بار کا ناول ایک نئے انداز کا ناول ہے... اسے عام طور پر بلائنڈ ٹیکنک کہا جاتا ہے... میں ٹیکنکوں سے آگاہ نہیں... ادب کی مختلف قسموں سے بھی واقف نہیں... سچی بات یہی ہے کہ مجھے لکھنے کا صحیح ڈھنگ نہیں آتا... بس جیسے تیسے لکھتا ہوں اور آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور اس وقت حیران ہوتا ہوں... جب آپ کو میری لکھی ہوئی کوئی چیز پسند آجاتی ہے... خدا کرے، اس بار بھی ایسا ہی ہو۔ آمین۔

نن... پپ

”یہ کیسے ہوسکتا ہے؟“

مارے حیرت کے فرزانہ کے منہ سے نکلا، فوراً ہی فاروق کی آواز ابھری:

”بالکل ہوسکتا ہے۔“

”کیا ہوسکتا ہے۔“ فرزانہ نے اسے گھورا۔

”وہی... جس کے بارے میں تم نے کہا ہے، کیسے ہوسکتا ہے۔“

فاروق مسکرایا۔

”ہے کوئی تک۔“ فرزانہ جھلا اٹھی۔

”نہیں... بالکل نہیں۔“ محمود نے دور کہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا بالکل نہیں۔“ فرزانہ اس کی طرف مڑی۔

”تت.. تک۔“ محمود ہکلایا۔

”لگتا ہے... تم دونوں کا دماغ چل گیا ہے...“ فرزانہ نے بڑا

سا منہ بنایا۔

"ہمارا بھی تمہارے دماغ کے بارے میں بالکل یہی خیال ہے۔"

فاروق ہنسا۔

"کیوں محمود! تم اس کے ساتھ اس معاملے میں شامل ہو۔"

فرزانہ نے پوچھا۔

"کک... کون سے معاملے میں؟" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"لگتا ہے... تم اس وقت یہاں نہیں... کہیں اور ہو۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"ششش شاید۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا کہا تم نے... شاید... یعنی فرزانہ ٹھیک کہہ رہی ہے... تم یہاں نہیں ہو... اور اگر تم یہاں نہیں ہو تو پھر کہاں ہو..." فاروق نے مارے حیرت کے کہا۔

"میں نے یہ کہا تھا... شاید... یعنی شاید یہی بات ہے... میں یہاں نہیں ہوں۔"

"چلو خیر... تم اپنے اس جملے کی وضاحت کردو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"مجھ سے وضاحت طلب کر رہے ہو... فرزانہ سے کیوں نہیں کرتے... اس نے بھی تو کہا تھا... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے... چلو فرزانہ... کرو وضاحت۔"

"اور چلوں کہاں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"توبہ ہے تم تینوں سے۔"

وہ چونک کر مڑے... کیونکہ یہ آواز خان رحمان کی تھی:

"کمال ہے انکل! ابھی یہاں پہنچے نہیں اور توبہ پہلے شروع کر دی۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بھئی توبہ کا کیا ہے... وہ تو کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے... بس یہ ہے کہ نزع کا عالم طاری ہونے سے پہلے پہلے وقت ہوتا ہے توبہ کا، اس کے بعد نہیں ہوتا۔" خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ تو ہے... لیکن انکل میرا خیال ہے... بات اس طرح کہیں کی کہیں پہنچ جائے گی اور پھر ہاتھ نہیں آئے گی... جیسا کہ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ ان باتوں میں بس یہی بات بری ہے کہ یہ کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہیں۔"

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" انہوں نے ایک اور آواز سنی... اب سب چونک کر اس طرف مڑے... آنے والے پروفیسر داؤد تھے:

"اللہ اپنا رحم فرمائے... جنہیں دیکھو، کہہ رہے ہیں... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"کیا مطلب ... کیا میرے علاوہ کسی اور نے بھی یہ جملہ کہا ہے ۔" پروفیسر داؤد چونکے۔

"تھوڑی دیر پہلے یہ جملہ فرزانہ نے کہا تھا... ابھی تک ہم اس سے یہ نہیں پوچھ سکے کہ اس نے یہ کیوں کہا... اوپر سے آپ نے آتے ہی کہہ دیا... آخر یہ چکر کیا ہے ۔"

"اس کا مطلب ہے... جو چیز فرزانہ کو نظر آئی ہے، وہی مجھے بھی نظر آئی ہے۔"

"ضرور یہی بات ہے انکل ۔" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا ۔

"مہربانی فرما کر آپ جلدی سے وضاحت کردیں.. مارے بے چینی کے برا حال ہے... جب کہ ہم یہاں دعوت میں شرکت کے لیے آئے ہیں... نہ کہ حیران اور پریشان ہونے... پھر یہ کہ نواب فاضل بیگ کیا سوچیں گے ... ان لوگوں نے میرے پروگرام میں بھی رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔" خان رحمان کہتے چلے گئے۔

"خان رحمان! تم اپنی جگہ بالکل ٹھیک کہتے ہو ... لیکن مشکل یہ

ہے کہ کوئی عجیب ... بلکہ عجیب ترین بات نظر آجائے تو ہم اس کی طرف سے آنکھیں بند تو کر نہیں سکتے۔"

"آنکھیں بند کرنے کو کون کہہ رہا ہے... میں نے تو یہ کہا ہے کہ نواب فاضل بیگ کہیں ہماری وجہ سے پریشان نہ ہوجائیں... ان کی دعوت خراب نہ ہوجائے..." خان رحمان نے کہا ۔

"ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں... نہ ایسا پسند کرتے ہیں... لیکن اگر کوئی بات پیش آجائے تو ہم مجبور ہوتے ہیں۔"

"خیر... اب آپ وضاحت کر دیں... آپ نے کیوں کہا ... یہ کیسے ہوسکتا ہے اور فرزانہ نے بھی بالکل یہی الفاظ کیوں کہے۔"

"لگتا ہے... تم لوگ بھی ابھی ابھی آئے ہو ... اور آگے نہیں گئے ۔" پروفیسر بولے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے... ہم اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ فرزانہ کے منہ سے جملہ نکلا لہٰذا ہم یہیں رک گئے... ایسے میں انکل خان رحمان آگئے... اور پھر آپ آگئے... آگے تو ہم ابھی گئے ہی نہیں... یعنی یہ بات نہیں کہ آگے جا کر واپس دروازے کی طرف آگئے ہوں۔"

"خیر... پہلے ہم فرزانہ سے پوچھتے ہیں... ہاں فرزانہ ... بتاؤ... تم نے یہ کیوں کہا تھا۔"

"ہم یہاں پہنچے ... کار پارک میں کھڑی کی اور گیٹ کی طرف آئے ... اپنا دعوت نامہ دکھایا اور داخل ہوگئے... عین اس وقت میں نے محسوس کیا... اسٹیج پر اباجان کھڑے ہیں... میرے منہ سے نکل گیا ... یہ کیسے ہوسکتا ہے ، میں نے نظر بھر کر پھر اسٹیج کی طرف دیکھا تو وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا... یعنی اسٹیج پر کوئی بھی نہیں تھا... میرے منہ سے یہ اس لیے نکلا کہ ہم سب جانتے ہیں ... اباجان ان دنوں شمالی افریقہ گئے ہوئے ہیں... ایک خفیہ مشن پر ... اور اس خفیہ مشن کے بارے میں ہم میں سے کسی کو کچھ بھی معلوم نہیں... لیکن یہ ضرور معلوم ہے کہ وہ ملک میں نہیں ہیں... ان حالات میں وہ اسٹیج پر کیسے نظر آسکتے ہیں۔"

"بس اتنی سی بات ... اسے نظر کا دھوکا کہتے ہیں ..." محمود نے بڑا سا منہ بنایا۔

"خیر ... ہو سکتا ہے... میری نظر نے دھوکا کھایا ہو...اب ہم پروفیسر انکل سے پوچھ لیتے ہیں ... آپ بتائیں ... آپ نے یہ کیوں کہا تھا۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"آمین!" سب نے ایک ساتھ کہا۔

"میں اندر داخل ہوا... اس وقت میں نے تم لوگوں کو نہیں دیکھا تھا... دراصل بیرونی گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی اسٹیج پر نظر پڑتی ہے... کیونکہ اسٹیج بہت ہی نمایاں جگہ بنایا گیا ہے ... ہاں تو میں نے دیکھا ، انسپکٹر جمشید اسٹیج پر کھڑے ہیں...تو میرے منہ سے نکل گیا ... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔"

"اُف مالک ... محمود اب تم کیا کہتے ہو ... کیا پروفیسر انکل کی نظروں نے بھی دھوکا کھایا ہے ..."

"نن ... پپ۔" محمود بولا۔

"یہ نن پپ کیا ہوتا ہے۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یعنی ... نہیں... مجھے کچھ پتا نہیں... پروفیسر انکل کی نظروں نے دھوکا کھایا ہے یا کیا کھایا ہے۔"

"اور کیا دوبارہ دیکھنے پر بھی آپ کو اباجان نظر آئے تھے۔" فاروق نے پوچھا۔

"نہیں ...وہاں کوئی بھی نہیں تھا... لہٰذا ہم اسے نظر کیا دھوکا ہی کہیں گے اور اب چلو ۔ ورنہ لوگ ہمیں گھورنے لگیں گے اور نواب فاضل بیگ کا پارہ تو ایسے ہی چڑھ جائے گا۔"

"ویسے انکل... شمالی افریقہ سے اچانک کسی ضرورت کے تحت

واپس آجانا بھلا کیا مشکل ہے... بلکہ وہ کسی چارٹرڈ جہاز سے بھی آسکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں... لیکن وہ ہمیں اطلاع دیتے نا۔" پروفیسر بولے۔

"تو کیوں نہ ہم انہیں رنگ کریں۔"

"ضرور کرو۔"

محمود نے اپنا موبائل نکالا اور اپنے والد کا نمبر ڈائل کیا... لیکن ان کا موبائل بند تھا:

"موبائل بند ہے۔"

"شمالی افریقہ میں رابطے کے لیے انہوں نے ہمیں کوئی نمبر نہیں دیا تھا، کیونکہ ان کا کہنا تھا... یہ بہت زیادہ خفیہ معاملہ ہے..."

"میں آئی جی صاحب کو فون کرتا ہوں۔"

"فون کرنے کی کیا ضرورت ہے... وہ بھی یہاں آئیں گے... بلکہ آنے والے ہی ہوں گے، کیونکہ نواب فاضل بیگ کے پروگرام ایک سیکنڈ ادھر سے ادھر نہیں ہوتے... اور نو بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں... پانچ منٹ بعد تو داخلے کا دروازہ بند کر دیا جائے گا اور اس کے بعد تو جو کوئی بھی آئے گا... وہ اندر داخل نہیں ہو سکے گا۔

"لیجیے... آئی جی صاحب بھی آگئے۔" محمود کے منہ سے پرجوش انداز میں نکلا۔

وہ گیٹ کی طرف مڑے... آئی جی صاحب اندر قدم رکھ چکے تھے... ایسے میں انہوں نے سنا... ان کے منہ سے نکلا تھا:

"یہ... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔"

○

یہ سن کر انہیں بہت حیرت ہوئی... ادھر انہوں نے دیکھا، آئی جی صاحب کے چہرے پر بلا کی حیرت تھی:

"چلو اچھا ہوا... آپ لوگوں سے یہیں ملاقات ہوگئی۔" آئی جی صاحب بولے۔

"آپ کو کیا ہوا انکل... ہم آپ کے چہرے پر حیرت کے بادل دیکھ رہے ہیں۔"

"ہاں بھئی... آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے۔"

"آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔"

"جمشید اس وقت ملک میں نہیں... وہ جنوبی افریقہ میں ہیں... یہی

بات ہے نا ۔'' انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

'' جی بالکل ۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

'' میں جونہی اندر داخل ہوا... میری نظر اسٹیج پر پڑی... میں نے وہاں ایک لمحے کے لیے انسپکٹر جمشید کو کھڑے پایا... لیکن دوسرے ہی لمحے وہ غائب ہو چکے... اس لیے میرے منہ سے نکلا گیا ، یہ کیسے ہوسکتا ہے ۔''

'' یہی میں نے بھی محسوس کیا !'' فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

'' اور میں نے بھی۔'' پروفیسر داؤد نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

'' آئیے... آگے چل کر اپنی سیٹوں پر بیٹھتے ہیں۔'' محمود نے سنجیدہ آواز میں کہا ۔

''گویا تمہیں میری بات سن کر کوئی حیرت نہیں ہوئی ۔''

'' حیرت ہوئی ہے ... لیکن جس درجے کی حیرت کی امید آپ کو تھی ... وہ واقعی نہیں ہوئی ... '' محمود بے چارگی کے عالم میں بولا ۔

'' کیا کہا حیرت کی امید... یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے ۔''

فاروق نے فوراً کہا۔

'' لیکن ... تمہیں تو بہت زبردست حیرت ہونی چاہیے تھی۔''

آئی جی صاحب نے جیسے فاروق جملہ سنا ہی نہیں۔

'' اس کی وجہ ہے انکل... کیوں نہ ہم چل کر اپنی کرسیوں پر بیٹھ جائیں۔''

'' اس صورت میں ہمارے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ہم اپنی بات آسانی سے نہیں کرسکیں گے ۔'' آئی جی بولے۔

'' میزیں کافی فاصلے پر لگائی گئی ہیں، اس لیے کہ باغ بہت لمبا چوڑا ہے ، ایک میز کی آواز دوسری میز تک صرف اس صورت میں جائے گی جب آواز بلند ہو ۔'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا ۔

'' اچھی بات ہے ۔'' چلو پھر ۔''

ہر میز پر مہمانوں کے نام لکھے ہوئے تھے...اور انتظامیہ کے بیچ لگائے ہوئے چاق و چوبند نوجوان مہمانوں کی رہنمائی میزوں تک کر رہے تھے ... انہیں دیکھ کر وہ فوراً ان کی طرف لپکے:

'' آپ کی میزیں اس طرف ہیں ۔'' ایک نے کہا ۔

وہ اس طرف مڑ گئے... باغ کے ایک کونے میں دو میزیں ساتھ ساتھ بچھی تھیں... ان پر انسپکٹر جمشید فیملی، خان رحمان ، پروفیسر داؤد کے نام لکھے ہوئے تھے جب کہ دوسری میز پر آئی جی صاحب اور ان کی فیملی کے نام لکھے تھے :

'' آپ تو انکل اکیلے آئے ہیں ۔''

"ہاں ! بچے ذرا رشتے داروں سے ملنے دوسرے شہر گئے ہوئے ہیں... اگر انہیں معلوم ہوجاتا کہ یہ پروگرام بھی آرہا ہے ... تو شاید وہ نہ جاتے ۔"

"خیر... کوئی بات نہیں ، آپ ہماری میز پر ہی آجائیں ... اباجان تو ہیں نہیں۔"

"اوہ ہاں ! ان کی بات تو رہ ہی گئی ... ہاں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ یہاں موجود ہوں... جب کہ وہ شمالی افریقہ میں ہیں۔"

"اس میں عجیب ترین بات یہ ہے کہ ہمیں وہ یہاں کیسے نظر آرہے ہیں ، وہ بھی ایک جھلک کی صورت میں... یعنی ایک لمحے کے لیے نظر آتے ہیں... اور بس پھر غائب ہو جاتے ہیں... آخر یہ سب کیا ہے ۔"

"اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم انہیں رنگ کیے لیتے ہیں ۔" آئی جی بولے۔

"ہم یہ کوشش کر چکے ہیں.. آپ بھی کر دیکھیں۔"

آئی جی صاحب نے اپنا موبائل فون نکال کر انسپکٹر جمشید کا نمبر ملایا... دوسری طرف سے فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی :

"السلام وعلیکم ! کیا حال ہے سر۔"

"وعلیکم سلام جمشید ! ...الحمدللہ ! یہاں ہر طرح خیریت ہے - یہ

بتاؤ تم کہاں ہو۔"

"یہ آپ پوچھ رہے ہیں سر ... آپ سے زیادہ بھلا کسے معلوم ہوگا کہ میں کہاں ہوں۔"

"مطلب یہ کہ تم شمالی افریقہ ہی میں ہو۔"

"سر ! اور کہاں ہوں گا بھلا ...ابھی تو یہاں پورے ایک ہفتے کا کام باقی ہے ۔"

"ہم سب کے مشترکہ اور قریبی تو اب فاضل بیگ ہیں نا ۔"

"اوہ ہاں ! یاد آیا... آج کی تاریخ میں تو ان کے ہاں ہر سال دعوت ہوتی ہے...میں سمجھ گیا سر... اس وقت آپ سب وہاں موجود ہیں اور میری کمی محسوس کر رہے ہیں... یہی بات ہے نا ۔"

"تمہاری کمی تو یہاں ہر وقت اور ہر حال میں محسوس ہوتی ہے جمشید ۔"

"اس کا مطلب ہے... یہاں کوئی گڑبڑ ہے ۔" انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا ۔

"خیر... ابھی یہ تو نہیں کہا جاسکتا... لیکن بات ہے بہت عجیب۔"

"چلیے پھر بتا دیجیے ۔" وہ بولے۔

"دعوت میں شرکت کے لیے جب میں بیرونی گیٹ سے اندر داخل

ہوا تو میری نظر فوری طور پر اسٹیج پر پڑی... مجھے اس وقت ایک لمحے کے لیے تم اسٹیج پر نظر آئے، لیکن دوسرے لمحے تم غائب ہو چکے تھے... میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا، یہ کیسے ہوسکتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک ... یہ واقعی نہیں ہوسکتا... کیونکہ میں تو شمالی افریقہ میں ہوں... نظر کا دھوکا بھی ہوسکتا ہے سر... اور بس۔ اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔"

"ابھی تم نے پوری بات نہیں سنی۔"

"اوہو... تو کیا بات ابھی باقی ہے۔"

"ہاں... مجھ سے پہلے محمود، فاروق اور فرزانہ پہنچے تھے... فرزانہ کی نظر اندر داخل ہوتے وقت اسٹیج پر پڑی اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا... یہ کیسے ہوسکتا ہے... اس کے بعد پروفیسر داؤد اندر داخل ہوئے... تو ان کے منہ سے بھی نکلا... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔"

"اوہ!" مارے حیرت کے انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا... پھر فوراً ہی وہ خوف زدہ آواز میں بولے: "دعوت کو فوراً رکوا دیں... سب لوگ کوٹھی سے باہر آجائیں ... میں شدید خطرہ محسوس کررہا ہوں۔"

☆☆☆☆☆

دوسری ٹیم

چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے ... پھر آئی جی صاحب نے کہا: "جمشید! یہ تم کیا کہہ رہے ہو ... اتنی سی بات سے اتنا بڑا نتیجہ کیسے نکال لیا تم نے۔"

"سر پلیز پہلے آپ وہ کریں ... جو میں نے کہا ہے... میرا اندازہ غلط ہوا تو بھی تھوڑا سی بدمزگی ہی ہو گی نا ... کوئی حرج نہیں... لیکن اس طرح سب کی جانوں کو خطرہ ہے۔"

"اچھی بات ہے میں فاضل بیگ صاحب سے بات کرتا ہوں۔"

"نہیں... بات نہیں... بس آپ... بلکہ آپ نہیں... محمود، فاروق اور فرزانہ عمارت میں بم... عمارت میں بم... کا شور مچاتے ہوئے بھاگیں... باہر نکل جائیں کا شور مچا دیں... جلدی... میں فون پر یہ شور سننا چاہتا ہوں۔"

"محمود ... فاروق... فرزانہ شور مچا دو... عمارت میں بم۔

عمارت میں بم... بھاگیں ... عمارت سے باہر نکل آئیں۔"

ان کے رنگ یک لخت اڑ گئے... لیکن بحث کا وقت نہیں تھا... انہیں ایسا کرنے کے لیے آئی جی صاحب کہہ رہے تھے... اور ظاہر ہے، یہ مشورہ انہیں ان کے والد نے دیا تھا... چنانچہ وہ چلا اٹھے:

" عمارت میں بم ہے... عمارت میں بم ہے... بھاگیں... عمارت خالی کر دیں... جلدی کریں۔"

ایک بار کہہ کر انہوں نے دوبارہ یہی جملہ دہرایا... بس پھر کیا تھا... بھگدڑ مچ گئی... سب لوگ اس طرح دوڑے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا... کسی نے اپنے کسی سامان کی بھی پروا نہ کی... بس کوٹھی سے نکلنے کیلئے دوڑ پڑے... کوٹھی کے دوسری طرف والے باغ میں خواتین جمع تھیں... ان تک بھی بم کی اطلاع ہوگئی... وہ بھی دوڑ پڑیں۔ کوٹھی کے اندرونی حصے میں فاضل بیگ کے گھر کے افراد موجود تھے۔ وہ بھی بھاگ پڑے... ایک منٹ کے اندر اندر پوری کوٹھی خالی ہو گئی... اب سب کے سب کوٹھی سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے... کوٹھی کے بالکل سامنے ایک بہت بڑا گھاس کا میدان تھا... چاروں طرف آباد گھرانوں کے بچے اس گراؤنڈ میں کھیلنے کیلئے آتے تھے... اس وقت ان سب لوگوں کو یہ گراؤنڈ سب سے مناسب لگا، سب

کے سب وہاں جمع ہو گئے۔ ان کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں... دو تین منٹ گزر گئے... کوئی دھماکا نہ ہوا... اب وہ کسی قدر پرسکون بھی ہو گئے تھے... ایسے میں فاضل بیگ کی آواز سنائی دی:

" سب سے پہلے یہ نعرہ کس نے بلند کیا تھا۔"

" ہم نے۔" محمود، فاروق اور فرزانہ نے ایک ساتھ کہا۔

فاضل بیگ صاحب تیر کی طرح ان کے پاس آ گئے:

" اوہ! یہ آپ لوگ ہیں... تو آپ نے اعلان کیا تھا... تب تو ضرور درست بات ہو گی... لیکن ابھی تک بم کا دھماکا ہوا تو نہیں۔"

" ہمیں نہیں معلوم... بم پر کتنے بجے کا وقت سیٹ کیا گیا ہے۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

" آپ لوگوں کو بم کی اطلاع کس نے دی۔"

" ہمارے والد نے... اور انہوں نے یہ اطلاع موبائل فون پر دی... وہ بھی آئی جی صاحب کو۔"

" کیا کہا... شیخ صاحب نے؟"

" یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں..." شیخ صاحب نے آگے آتے ہوئے کہا۔

" اوہ... لیکن مجھے تو بتایا گیا تھا کہ انسپکٹر جمشید ملک میں نہیں

ہیں... اسی لیے وہ تو اس دعوت میں شرکت نہیں کرسکیں گے ۔''

'' ہاں ! یہی بات ہے... لیکن پھر بھی انہوں نے ہمیں یہ خبر کر دی ہے ... وہ اس وقت واقعی شمالی افریقہ میں ہیں۔''

'' اوہ ! لیکن بات پلے نہیں پڑی ... شمالی افریقہ میں ہوتے ہوئے انہیں یہاں کے بارے میں کوئی اطلاع کیسے ہوگئی تھی ۔''

'' اس پر ہم سب بھی حیران ہیں... اور انہوں نے اس کی وضاحت کی بھی نہیں ۔''

'' چلیے اب ان سے وضاحت طلب کرلیں... کیونکہ یہاں سب لوگ باہر کھڑے ہیں... ان سب کے قیمتی سامان تک اندر رہ گئے ہیں۔''

'' اگر زندگی نہ رہی تو قیمتی سامان کس کام آئے گا۔''

'' لیکن آخر ہم کب تک انتظار کریں گے ۔''

'' یہ دعوت رات کے گیارہ بجے تک جاری رہنا تھی... گیارہ بجے سے پہلے تو کسی کو بھی اندر نہیں جانا چاہیے۔''

'' اُف مالک... اس وقت سات بجے ہیں... گویا ہمیں چار گھنٹے تک انتظار کرنا ہوگا۔''

'' اس کا حل یہ ہے کہ آج کی دعوت منسوخ خیال کرلی جائے...

دعوت اب پھر کسی دن رکھ لیں گے ... '' نواب فاضل بیگ بولے۔

'' ایک منٹ انکل... کیوں نہ ہم بم سکواڈ کو بلالیں... وہ بم تلاش کرلیں گے ... پھر ہم اندر داخل ہوسکیں گے اور دعوت بھی چلے گی ... اس طرح سارا کیا کرایا انتظام بھی ضائع نہیں ہوگا ۔'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا ۔

'' تجویز معقول ہے ...'' آئی جی بولے۔

'' سوال تو یہ ہے کہ ہم اتنی دیر تک یہاں کس طرح کھڑے رہ سکتے ہیں۔''

'' آپ لوگ گراؤنڈ میں بیٹھ جائیں... مجھے افسوس ہے کہ یہاں کرسیوں کا انتظام نہیں ہو سکے گا ۔''

مہمان بُرے بُرے منہ بناتے ہوئے بیٹھ گئے ... آئی جی صاحب نے بم اسکواڈ کے لیے فون کیا... جلد ہی سائرن بجاتی گاڑیاں وہاں پہنچ گئیں... پھر بم اسکواڈ کے ماہرین اندر داخل ہوگئے اور اپنا کام شروع کر دیا ... سب لوگ گراؤنڈ میں بے چینی کے عالم میں بیٹھے تھے یا پھر کھڑے تھے ... کچھ ٹہل رہے تھے۔ محمود، فاروق، فرزانہ ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد ان سب سے الگ تھلگ ایک گھنے درخت کے پاس کھڑے تھے...وہ بغور تمام مہمانوں کا جائزہ لے رہے تھے،

سب لوگ بے چین اور پریشان ضرور تھے... لیکن اب ان پر گھبراہٹ طاری نہیں تھی... اس لیے کہ کوٹھی سے کافی فاصلے پر موجود تھے... اور بم دھماکا ہونے کی صورت میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا... البتہ ان کا سامان ضرور ضائع ہو جاتا... لیکن یہ سب لوگ کوئی غریب لوگ نہیں تھے... فاضل بیگ کی دعوت میں سب کے سب دولت مند ہی شامل ہوتے تھے... وہ خود بہت دولت مند تھے... ان کی دوستی بھی دولت مندوں سے تھی... اس لیے سامان کے لیے وہ کوئی خاص پریشان نہیں تھے... البتہ ان سب لوگوں میں فاضل بیگ ضرور پریشان دکھائی دے رہے تھے... شاید اس لیے کہ ان کی دعوت کے رنگ میں بھنگ پڑ گیا تھا... بم نہ ملنے کی صورت میں بھی اب دعوت میں وہ مزا نہیں آ سکتا تھا... جب ایک بار محفل اکھڑ جائے تو پھر ویسی نہیں جمتی... ایسے میں انہوں نے دیکھا... ایک مہمان اٹھ کر نواب صاحب کی طرف آ رہا ہے:

"یہ کون صاحب ہیں انکل۔" فرزانہ نے خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"جمال شاہ۔" خان رحمان بولے۔

"یہ تو ان کا نام ہو گیا..."

"بہت بڑے ٹھیکیدار ہیں... سرکاری ٹھیکے لیتے ہیں... نواب فاضل کے گہرے دوست ہیں۔"

"ہیں کیسے آدمی۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"اس حوالے سے میری معلومات صفر ہیں... یہ بات ان کے کسی قریبی دوست سے پوچھنا پڑے گی... یہ کام میں کر دوں گا... کہو تو ابھی کسی مہمان سے بات کر لیتا ہوں۔"

"لیکن آپ کو بات بہت سرسری انداز میں کرنا ہوگی۔"

"تم فکر نہ کرو۔"

خان رحمان نے پرجوش انداز میں کہا اور لگے چلنے... اسی وقت پروفیسر داؤد نے کہا:

"میں بھی چلوں ساتھ۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

اب دونوں مہمانوں کی طرف بڑھنے لگے... جس کے پاس سے وہ گزرتے... وہی چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگتا، کیونکہ عمارت میں بم ہونے کی اطلاع انہی کے ذریعے ملی تھی... کچھ لوگ انہیں دیکھ کر گھورنے لگتے تو کچھ مسکرانے لگتے... پھر وہ ایک بھاری بھرکم شخص کے پاس جا ٹھہرے... اس نے ان کی طرف دیکھا تو فوراً کھڑا ہو گیا:

''آہا ! یہ تو میرے دوست خان رحمان اور آپ کے ساتھ ضرور پروفیسر داؤد ہیں۔''

''اندازہ درست ہے... کیسے ہیں... قاسم بھائی۔''

''اللہ کا شکر ہے ... آپ سنائیں۔'' قاسم بھائی بولے ۔

''سب خیریت اوہو... یہ نواب صاحب کے ساتھ جمال شاہ کھڑے ہیں نا...''

''ہاں ہاں... یہ وہی ہیں... شاید آپ نے انہیں بہت دنوں بعد دیکھا ہے... پہچان میں نہیں آئے...ویسے بھی یہ پہلے سے بہت موٹے ہو گئے ہیں۔''

''یہی بات ہے ... ویسے بھی میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ... غالباً یہ ٹھیکیداری کرتے ہیں ۔''

''ہاں ہاں ! یہی بات ہے ... بہت نیک... بہت دیانت دار ہیں... ان جیسے دیانت دار ٹھیکیدار ملک میں چند ایک ہی ہوں گے۔''

عین اسی وقت بم اسکواڈ ٹیم آئی جی صاحب کی طرف بڑھتی نظر آئی...سب لوگ اٹھ کر ان کی طرف دیکھنے لگے... وہ سیدھے آئی جی صاحب کے پاس جا کر رکے... محمود ، فاروق اور فرزانہ بھی وہیں موجود تھے:

''ہاں ! کیا رہا۔'' آئی جی صاحب بے تابانہ انداز میں بولے۔

''یہاں کسی بم کا دور دور تک کوئی امکان نہیں... ہم نے خوب اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے۔''

''اوہو اچھا...''

یہ بات فوراً تمام مہمانوں تک پہنچ گئی... ایک طرف تو سب مہمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی... دوسری طرف سب نے انہیں کھا جانے والی نظروں سے بھی دیکھا، کچھ لوگوں نے بلند آواز میں ان پر جملے کسے ... جملے اس قسم کے تھے :

''ان لوگوں کی وجہ سے بلاوجہ اتنا پر لطف پروگرام کرکرا ہوا ۔''

''بلاوجہ اتنا وقت ضائع ہوا ۔''

''یہ لوگ جہاں جاتے ہیں وہاں ان کی وجہ سے گڑ بڑ ہو کر رہتی ہے ۔''

''میں کبھی دعوت کروں گا، تو کم از کم انہیں نہیں بلاؤں گا ۔''

ان جملوں کے ساتھ سب لوگ اب کوٹھی کا رخ کر رہے تھے :

''میرا خیال ہے ... ہمیں تو اب واپس چلنا چاہیے ۔'' فرزانہ نے برا سا منہ بنایا ۔

''نہیں بھئی ...ہم دعوت میں شرکت کریں گے ... ان لوگوں کے

جملوں کو محسوس نہ کرو... ہم وہ اعلان کرنے پر مجبور تھے... سب کی زندگیوں کا سوال تھا... ان لوگوں کو یہ ضرور سوچنا چاہیے ... لیکن اگر انہوں نے یہ نہیں سوچا تو ہمیں یہ سوچنا چاہیے، کوئی بات نہیں... ہمیں چند جملے سننا پڑ گئے تو کیا ہوا۔" آئی جی صاحب کہتے چلے گئے۔

"آپ... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

اور پھر وہ بھی کوٹھی کی طرف چلنے لگے... ایسے میں فرزانہ کو ایک زور دار خیال آیا... وہ بُری طرح اچھلی... اور اس طرح اچھلی کہ ایک ہی وقت میں محمود اور فاروق سے ٹکرا گئی... کیونکہ وہ اس وقت ان کے درمیان میں تھی... ان سے صرف ایک قدم آگے آئی جی صاحب چل رہے تھے... ان کے دائیں بائیں خان رحمان اور پروفیسر داؤد تھے... فرزانہ آئی جی صاحب سے بھی ٹکرا ئی... اور وہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد سے ٹکرا گئے... یہ ٹکرانا اگرچہ بہت ہلکا پھلکا تھا ... لیکن پھر بھی خان رحمان کے منہ سے نکل گیا: "لگتا ہے ... زلزلہ آگیا ہے۔"

"آپ نے ٹھیک کہا انکل... فرزانہ کسی زلزلے سے کم نہیں۔" فاروق فوراً بولا۔

"کیا مطلب... یہ فرزانہ کی وجہ سے ہوا ہے۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"جج... جی انکل... میں معافی چاہتی ہوں... دراصل ایسا ایک اچانک خیال کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"تب تو معافی اچانک خیال کو مانگنی چاہیے ... نہ کہ تمہیں۔" پروفیسر بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"لیکن خیال کیا آیا ہے؟" آئی جی صاحب زور سے بولے۔

"یہ کہ ... کوٹھی اب بھی محفوظ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب !!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"بم اب بھی پھٹ سکتا ہے۔" فرزانہ کی سرسراتی آواز سنائی دی... اس کے چہرے پر اب بے تحاشہ خوف نظر آرہا تھا... یہ دیکھ کر وہ بھی خوف محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کی نظریں فرزانہ کے چہرے پر جم گئیں... ان کے چلتے قدم رک گئے تھے... آئی جی صاحب بھی اس کی طرف دیکھ رہے تھے:

"آخر کیسے فرزانہ... جب کہ بم اسکواڈ نے اپنا اطمینان کرلیا ہے۔" وہ بولے۔

"فرض کرلیں، بم باغ میں گڑھا کھود کر دبایا گیا ہے ... ایسا کرنے والوں نے جب دیکھا کہ سب لوگ بم کی خبر پر باہر نکل گئے اور اب بم اسکواڈ کو بلایا جا رہا ہے تو اس نے بم کو آف کر دیا... بم

اگر ریموٹ کنٹرول کے ذریعے پھاڑا جاسکتا ہے تو اسے آف بھی کیا جاسکتا ہے ...اب چونکہ بم آف ہے ، اس لیے بم اسکواڈ کہہ رہا ہے ... وہاں کوئی بم نہیں ہے ۔''

'' اس بات کا صرف امکان ہو سکتا ہے فرزانہ ۔'' خان رحمان بولے۔

'' چلیے امکان ہی سہی ... لیکن آپ یہ بھی تو سوچیے کہ اتنے بہت سے لوگوں کی زندگی خطرے میں ہے ۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

'' فرزانہ ٹھیک کہہ رہی ہے ...ہمیں یہ بات تمام مہمانوں کو بتا دینی چاہیے، پھر وہ جو چاہیں کریں... اندر جائیں یا نہ جائیں... ہم اندر نہیں جائیں گے۔'' پروفیسر داؤد نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''اچھی بات ہے... خان رحمان ... آپ کی آواز بلند ہے ... اس وقت اسپیکر کا انتظام تو ہو نہیں سکتا ... لہٰذا آپ یہ بات سب کو بتا دیں...'' آئی جی بولے۔

'' بہت بہتر ۔'' خان رحمان نے کہا ، پھر بلند آواز میں بولے۔

'' خواتین و حضرات ... سنیے... کوٹھی میں داخل ہونے سے پہلے ایک بات سن لیجیے ۔''

سب لوگ اچانک رک گئے... پھر مڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگے :

'' بم اسکواڈ نے اگرچہ یہ کہہ دیا ہے کہ اندر کوئی بم نہیں ہے... لیکن اس کے باوجود اندر بم ہو سکتا ہے اور وہ پھٹ بھی سکتا ہے ... تفصیل اس کی یہ ہے کہ فرض کر لیتے ہیں... بم کو باغ میں گڑھا کھود کر دبایا گیا ہے ... اس کا ریموٹ کنٹرول کسی کے پاس ہے ... اس نے جب دیکھا کہ بم کی خبر پھیل گئی ہے اور اب بم اسکواڈ کو بلایا جا رہا ہے تو اس نے بم کو آف کر دیا...لہٰذا بم اسکواڈ کو اس کا کوئی سراغ نہ ملا...اب ہم دوبارہ اندر جا رہے ہیں تو وہ کسی وقت بھی بم کو آن کرسکتا ہے... اور ریموٹ کا بٹن دبا سکتا ہے ...''

'' نن ... نہیں... نہیں۔'' کئی خوف میں ڈوبی آوازیں ابھریں۔

'' جی ہاں ، اس کا زبردست امکان ہے ...اور ہم نے آپ کو خبردار کردیا ہے ، اب آپ کی مرضی... آپ اندرجائیں یانہ جائیں ... کم از کم ہم نہیں جائیں گے ... جب تک مزید آلات منگا کر اس بم کو برآمد نہیں کر لیا جاتا...''

ان کے خاموش ہونے پر سب لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے جیسے کہہ رہے ہوں...اب کیا کریں۔''

'' یہ لوگ بھی عجیب لوگ ہیں... بم کا شوشہ انہوں نے ہی چھوڑا تھا ... پھر خود ہی بم اسکواڈ کو بلوایا ... اور اب بم اسکواڈ کی

نہیں ۔" محمود نے بڑا سا منہ بنایا۔

" اگر یہاں بم مل جاتا ہے تو پھر بم نصب کرنے والا مہمانوں میں ہی شامل ہے ۔"

" یہ... یہ کیسے ممکن ہے ... بھلا وہ خود کو کیوں بم سے اڑانے لگا ۔"

" ریموٹ کنٹرول بٹن دبانے سے پہلے ظاہر ہے وہ کسی بہانے کوٹھی سے باہر چلا جاتا ۔"

" اوہ ہاں! یہ عین ممکن ہے ... لیکن جب تک بم نہیں مل جاتا ، اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا۔"

" ہاں! یہ بات ہے ... خیر دیکھتے ہیں۔"

اور پھر ملٹری انٹیلیجنس کے بم اسکواڈ کی اینٹی ٹیررسٹ ٹیم وہاں پہنچ گئی... اب اس نے اپنا کام شروع کیا... اس نے اپنا کام پندرہ منٹ میں مکمل کرلیا ... پھر جب وہ آئی جی صاحب کی طرف بڑھے تو ان کے چہروں پر بلا کا خوف تھا... یہ دیکھ کر ان سب کی سٹی گم ہوگئی:

" خیر تو ہے... آپ لوگ بہت پریشان نظر آرہے ہیں۔"

" باغ میں ایک اتنا طاقتور بم موجود ہے کہ آس پاس کی عمارتیں تک اس سے تباہ ہوسکتی ہیں۔"

" ارے باپ رے ۔"

ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

☆☆☆☆☆

کھو فرزانہ

اب تو سب کے رنگ اڑ گئے۔ تھوڑی دیر پہلے جو لوگ مذاق اڑا رہے تھے... اب دانتوں تلے انگلی دابے کھڑے نظر آئے:

"تب پھر اب کیا پروگرام ہے۔"

"میرا خیال ہے ... مہمانوں کو اب رخصت ہو جانا چاہیے ... اب تو یہاں پولیس کا کام شروع ہوجائے گا۔" نظام سومی کی آواز ابھری۔

"بالکل ٹھیک۔" ارجال چاغی نے فوراً تائید کی۔

"ابھی ٹھہریں... پہلے بم تو برآمد ہولے۔" یہ الفاظ آئی جی صاحب کے تھے۔

اور پھر بم اسکواڈ نے زمین کھود بم نکال لیا ... اس قدر بڑے اور خوفناک بم کو دیکھ کر ان کے جسموں پر لرزہ طاری ہوگیا... ہرکوئی یہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ بم پھٹ جاتا تو اس وقت ان کے جسموں کے ٹکڑے

یہاں بکھرے پڑے ہوتے:

"اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔" آئی جی صاحب نے تمام مہمانوں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"بلا شبہ ہم سب کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے ... اگر یہ اعلان نہ کرتے تو... اُف مالک۔" ارجال چاغی نے کانپ کر کہا۔

"ہم سب آپ کے شکر گزار ہیں۔" نظام سومی نے کہا۔

"کیا آپ لوگ اسے مکمل طور پر ناکارہ کر چکے ہیں۔" آئی جی صاحب نے پوچھا۔

"جی ہاں!۔"

"اور کیا یہ ریموٹ کنٹرولڈ بم ہے۔" خان رحمان نے پوچھا۔

"جی بالکل۔"

"ہوں... اس کا مطلب ہے... کسی کو اس ریموٹ کا بٹن دبانا تھا۔"

"ہاں! اس کے بغیر یہ نہیں پھٹ سکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے... آپ اسے لے جائیں...۔"

"بہت بہتر۔"

"اب فاضل بیگ صاحب... آپ اپنا پروگرام شروع کرسکتے

ہیں۔'' آئی جی بولے۔

''آپ کا مطلب ہے کھانے کا پروگرام۔'' فاضل بیگ بولے۔

'' جی ہاں اور کیا... کھانے کے علاوہ آپ کا جو پروگرام تھا... وہ بھی کر لیں، کیونکہ اب اللہ کی مہربانی سے یہاں کوئی خطرہ نہیں رہ گیا۔''

'' بالکل ٹھیک ... لیکن چونکہ اس پروگرام میں بم کا پروگرام شامل ہوگیا تھا، اس لیے اب ہمیں صرف کھانے کا پروگرام کر لینا چاہیے۔'' نواب فاضل بولے۔

'' ہم بھی یہی کہتے ہیں... اور کھانے کے دوران میں اسٹیج پر آ کر چند باتیں کہنا چاہتی ہوں۔'' فرزانہ کی آواز ابھری۔

'' چند باتیں۔'' نواب فاضل بیگ نے چونک کر کہا۔

'' جی ہاں چند باتیں... اس لیے کہ یہاں جو واقعہ ہوا ہے، وہ کوئی معمولی نوعیت کا نہیں ہے۔''

'' اچھی بات ہے ... پہلے تو کھانا شروع کر لیا جائے۔''

یہ کہہ کر نواب صاحب نے کیٹرنگ والوں کو اشارہ کیا ... وہ حرکت میں آ گئے اور چند منٹ بعد کھانا شروع ہوگیا ... کھانا کھاتے ہوئے جب تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے، تب فرزانہ اٹھی اور اسٹیج پر آ گئی... اس نے مائیک آن کیا اور پھر اس میں بولی:

'' خواتین و حضرات ... معاف کیجیے گا ... میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں... امید ہے، آپ محسوس نہیں کریں گے ... کیونکہ یہ بات جو میں کرنے چلی ہوں... ہم سبھی کی بھلائی کی ہے۔''

بہت سے سر اس کی طرف اٹھ گئے... کچھ ایسے بھی تھے جو کھانے میں اس درجے مگن تھے کہ سر اٹھا کر اس کی طرف نہ دیکھ سکے ... تاہم ان کے کان فرزانہ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے:

'' ہاں ہاں فرزانہ ... کہو ... تم کیا کہنا چاہتی ہو... ہم غور سے سن رہے ہیں ... یوں بھی کھانے سے سب لوگ قریب قریب فارغ ہو چکے ہیں... یہ پروگرام رات کے گیارہ بجے ختم ہونا تھا... اور ابھی گیارہ نہیں بجے... گویا ہم پھر بھی وقت پر فارغ ہو رہے ہیں۔'' آئی جی صاحب نے اس کی تائید کی۔

''اس بارے میں تو خیر میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

'' کیا مطلب؟''

'' میں نہیں جانتی ہم یہاں سے گیارہ بجے اپنے گھروں کو جا سکیں گے یا نہیں ... '' اس نے جواب دیا۔

'' خیر... یہ بات کی بعد ہے ... پہلے تم اپنی بات مکمل کرو۔'' پروفیسر داؤد نے کہا۔

" لیکن کیوں... اب یہاں کچھ کہنے کی کیا ضرورت رہ گئی ہے۔"
نواب فاضل بیگ نے حیران ہوکر کہا۔

" ضرورت ہے انکل۔" فرزانہ مسکرائی۔

" تب پھر کچھ کہنے سے پہلے کچھ کہنے کی ضرورت پر روشنی ڈالو۔"
نواب فاضل نے بڑا سا منہ بنایا۔ نہ جانے کیوں... اس وقت انہیں فرزانہ کی دخل اندازی چبھ رہی تھی... غالباً انہیں اپنے مہمانوں کی پریشانی کا خیال ستا رہا تھا۔

" میرا خیال ہے نواب صاحب... فرزانہ کو اطمینان سے اپنی بات کہہ لینے دیں... یہ تو ہم بعد میں دیکھیں گے کہ یہ بات یہاں کہنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔" پروفیسر بولے۔

" اچھی بات ہے... کہو فرزانہ۔"

اور پھر فرزانہ کی آواز مائیک میں ابھرنے لگی:

" خواتین وحضرات ہم سب یہاں کھانے کی ایک محفل میں شرکت کے لیے آئے تھے کہ درمیان میں وہ بم ٹپک پڑا... اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سب کو ایک ہولناک تباہی سے محفوظ رکھا... اب سوال یہ ہے کہ یہاں وہ بم کس نے دبایا تھا اور کیوں... یہ تو ایک اتفاق تھا... اور اللہ کی مہربانی ہوگئی کہ کسی طرح ہمیں یہ اشارہ مل گیا، اگر اشارہ نہ مل

جاتا تو بم چھپانے والے کا مقصد پورا ہوجاتا... سوال یہ ہے کہ وہ ہم سب کو موت کے گھاٹ کیوں اتارنا چاہتا تھا... اور یہ کہ وہ ہے کون... ماہرین بتا رہے ہیں کہ بم ریموٹ کنٹرول تھا... گویا کسی کو ریموٹ کنٹرول کا بٹن بھی دبانا تھا... تو کیا وہ شخص ہم میں سے ایک ہے، یعنی وہ اس محفل میں شامل ہے... اور اگر یہ بات بھی ہے تو وہ کون ہے... کیا ہم یہ نہیں جاننا چاہتے..."

" اوہ... اوہ۔" بہت سی آوازیں ابھریں۔

اس پہلو سے تو شاید کسی نے سوچا نہیں تھا... بات واقعی غور طلب تھی... آخر وہاں بم کس نے دبایا تھا اور کیوں... بم دبانے والا اتنے بہت سے لوگوں کو کیوں ہلاک کرنا چاہتا تھا... عجیب بات یہ تھی کہ انسپکٹر جمشید کو یہ احساس کیسے ہوگیا تھا کہ یہاں بم ہوسکتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ نواب فاضل بیگ کے اسٹیج پر وہ کھڑے نظر آرہے تھے اور یہ کوئی خواب یا وہم نہیں تھا۔ آئی جی صاحب تک نے انسپکٹر جمشید کو اسٹیج پر دیکھا تھا جبکہ وہ ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔"

فرزانہ کی بات سن کر سب لوگ لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے... آخر ایک مہمان نے بلند آواز میں کہا:

" یہ باتیں بہت معقول ہیں... سچ ہیں... بم دبانے والے کو

سامنے لانا چاہیے... تاکہ اس سے پوچھا جاسکے... آخر اسے اتنے بہت سے لوگوں کی جان لینے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی ۔رہ گئی یہ بات کہ وہ شخص ہم میں موجود ہے تو یہ بات حلق سے نہیں اترتی ... کیونکہ نواب صاحب کے دوستوں میں کوئی ایسا نہیں ہوسکتا ... پھر میری بات یوں بھی درست ثابت ہوجاتی ہے کہ مہمان تو یہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے آئے تھے... اور بم ان کی آمد سے پہلے آج کسی وقت یا کل کسی وقت یہاں دبایا گیا تھا... اور میں سمجھتا ہوں... یہ کام رات کے وقت کیا گیا ہوگا... لہٰذا وہ شخص مہمانوں میں سے کوئی ہے ... یہ بات غلط ہے ۔'' یہاں تک کہہ کر وہ صاحب خاموش ہو گئے ۔ فوراً ہی نواب فاضل کی آواز ابھری:

''شکریہ صنوبر تاباتی صاحب... آپ کی بات میں بہت وزن ہے اور یہ بات کہہ کر آپ نے ہم سب کے سروں سے بوجھ اتار دیا ہے ظاہر ہے وہ شخص ہم میں شامل نہیں ہوسکتا ۔'' فاضل بیگ بول اٹھے۔

''کیوں نہیں ہوسکتا ۔'' محمود بلند آواز میں بول اٹھا۔

''کیا مطلب؟'' کئی آوازیں ابھریں۔

''میرا دعویٰ ہے ... وہ شامل ہوسکتا ہے... فرض کیجیے ... یہ کام فاضل بیگ صاحب کا ہے ... کیا وہ یہ کام رات میں نہیں کرسکتے تھے...

اور وہ ہم میں شامل بھی ہیں اس وقت ۔''

محمود ایک جھٹکے سے رک گیا ...اب تو سب کے منہ مارے حیرت اور خوف کے کھل گئے:

☆☆☆☆☆

ہلچل

چند لمحے کے سناٹے کے بعد ایک آواز ابھری:

"یہ کیا بے تکی بات کہی گئی ہے ...چلیے وضاحت کیجیے اپنی بات کی۔" نفرت زدہ انداز میں یہ کہنے والے نظام سوی تھے۔

"جی ہاں ! کیوں نہیں... لیکن میں اپنی بات کی وضاحت بعد میں ہی کروں گا ، پہلے تو آپ لوگ بتائیں... آخر ایسا کیوں نہیں ہوسکتا۔"

"اس لیے کہ فاضل بیگ صاحب کیوں اپنے ہی گھر کو سب لوگوں سمیت اڑانے لگے ۔ انہیں سب سے آخر کیا دشمنی ہے ۔"

"یہ سوال بعد کا ہے ... فی الحال تو سوال یہ ہے کہ فاضل بیگ صاحب ایسا کرسکتے تھے یا نہیں... بس اتنی بات کا جواب دیں۔"

اب تو سب خاموش ہو کر رہ گئے ، کوئی بھی کچھ نہ بول سکا ۔ آخر خان رحمان نے کہا:

"ہاں! فاضل بیگ صاحب ایسا کرسکتے ہیں۔"

"خان رحمان تم میرے دوست ہو . . . یہ تم نے کیسے کہہ سکتے ہو۔" فاضل بیگ نے دکھ بھرے انداز میں کہا ۔

"معاف کیجیے گا نواب صاحب... میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ نے ایسا کیا ہے ... یہ کہا ہے کہ آپ ایسا کرسکتے تھے۔"

"لیکن مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ضرورت تو اب ہمیں تلاش کرنی پڑے گی ... اور آپ فکر نہ کریں ، ہم تلاش کرکے رہیں گے۔"

"کک... کیا تلاش کرلیں گے ۔" محمود نے گھبرا کر کہا ۔

"جی ... ضرورت ۔"

"یعنی ... ضرورت کی تلاش یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے..." فاروق بولا ۔

"اگر یہ کام فاضل بیگ صاحب کا ہے ... تو ہم وجہ بھی تلاش کرکے دکھائیں گے ... آپ لوگ مطمئن رہیں۔"

"میں اس وقت کا انتظار کروں گا ۔" فاضل بیگ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"بہرحال ! میں اعلان کرتا ہوں... اس معاملے میں میزبان کا ہاتھ بھی ہوسکتا ہے اور کسی مہمان کا بھی... بم چونکہ زمین میں دفن تھا،

اس لیے اس پر سے انگلیوں کے نشانات تو مل نہیں سکیں گے ... لہٰذا ہمیں دیکھنا ہوگا ... اصل مجرم کون ہے ... اور وہ چاہتا کیا ہے ۔ آخر ہم سب کو وہ کیوں موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے۔"

" تو پھر بتائیں ... انتظار کس بات کا ہے ۔" فاضل بیگ نے بے چین ہو کر کہا ۔

" ایسے نہیں ۔" فاروق نے بلند آواز میں کہا ۔

" تو پھر کیسے ۔"

" آپ سب لوگوں کو تلاشی دینا ہوگی ... اور میرے ان الفاظ کے ساتھ اب آپ میں کوئی بھی ذرا بھی حرکت کرنے کی کوشش کریں تو دیکھنے والے صاحب فوراً بتا دیں ۔"

" ہم ... ہم کیوں دیں تلاشی ... کوئی ہم مجرم ہیں ... ہم یہاں فاضل صاحب کے گھر مہمان ہیں اور مہمانوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک اچھی بات نہیں ۔" نظام سومی نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

" بالکل ٹھیک ... " کئی آوازیں ابھریں ۔

" لیکن !" آئی جی صاحب کا لہجہ سرد تھا ۔

سب نے چونک کر ان کی طرف دیکھا :

" آپ نے لیکن کے بعد کچھ نہیں کہا انکل ... جب کہ آپ کا یہ

لیکن ماشاء اللہ بہت سنسنی خیز ہے ۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا ۔

" شکریہ ... " آئی جی خوش ہو گئے ۔

" لیکن آگے فرمائیں ۔" نواب فاضل بیگ بولے ۔

" لیکن یہاں ایک جرم ہو چکا ہے ... قانون کی رو سے آپ سب تلاشی دینے پر مجبور ہیں ۔"

" آخر کیوں ... بم تو پہلے ہی دبایا جاچکا ہے ... اور ہم تو یہاں آج آئے ہیں ... لہٰذا اس جرم سے ہمارا کیا تعلق ۔"

" تعلق ہی تو ثابت کرنے کے لیے تلاشی لینا چاہتے ہیں ... سیدھے سادے الفاظ میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں ... آپ میں سے کسی ایک کی جیب میں اس بم کا وائرلیس ریموٹ کنٹرولر موجود ہے ۔" آئی جی صاحب نے پریقین لہجے میں کہا ۔

" ن ... نہیں ۔" سب کی آوازیں ابھریں ... ان کی آنکھوں میں خوف اٹھ آیا ۔

" آپ سب کے حق میں بہتر یہی ہے کہ تلاشی دے دیں ... اگر آج ہم نے بم کے مجرم کو نہ پکڑا تو وہ پھر کوئی ایسی خونی کوشش کرے گا ... اس وقت آپ سوچیں ... کیا ہوگا ... ہم چاہتے ہیں ... وہ قانون کی نظروں میں آجائے اور ہم اس سے پوچھ سکیں ... وہ چاہتا کیا ہے ۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... ہم سب کو تلاشی دے دینی چاہیے۔" فاضل بیگ بولے۔

"اب تو ہم بھی یہی کہتے ہیں۔" نظام سومی نے پرسکون آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے... آپ لوگ تلاشی لے لیں۔" ارجال چاغی بولے۔

"تلاشی کے کام کو جلدی مکمل کرنے کے لیے ہم سب تلاشی لے لیتے ہیں۔"

"اور آپ کی تلاشی۔" قاسم بھائی نے طنزیہ کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"اگر ہم میں سے کوئی مجرم ہوسکتا ہے تو آپ میں کوئی مجرم کیوں نہیں ہوسکتا... اور آپ کی تلاشی کیوں نہ لی جائے، جواب دیں"۔ قاسم بھائی نے گہرے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات... ہمیں کوئی اعتراض نہیں... پہلے آپ لوگ ہماری تلاشی لے لیں... ہم بعد میں شروع کریں گے۔"

"یہ کام میں کیے دیتا ہوں... اگر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو۔" نواب فاضل بولے۔

"ہاں اعتراض ہے۔" کوئی مہمان بولے۔

"اور وہ کیا؟" آئی جی صاحب نے پوچھا۔

"یہ کہ نواب فاضل سب کے مشترکہ دوست ہیں... وہ تلاشی لینے میں رعایت کرسکتے ہیں... لہٰذا تلاشی ہم میں سے کوئی لے گا۔" وہی صاحب بولے۔

"آپ کا اعتراض بالکل بجا ہے... آپ کی تعریف۔" خان رحمان نے پوچھا۔

"مجھے اسفند جان کہتے ہیں... صوبائی اسمبلی کا ممبر ہوں۔"

"مہربانی کرکے آپ ہماری تلاشی لے لیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"

اور انہوں نے ان سب کی تلاشی بہت اچھی طرح لی... لیکن کوئی قابل اعتراض چیز نہ پا سکے... آخر انہوں نے اعلان کیا:

"ان حضرات کی بہت اچھی طرح تلاشی لی جا چکی ہے... ان کے پاس سے کوئی ایسی ویسی چیز نہیں ملی... لہٰذا اب یہ ہم سب کی تلاشی لے سکتے ہیں۔"

انہوں نے ایک سرے سے تلاشی شروع کی... آئی جی صاحب بھی یہ کام کر رہے تھے... آخر انہوں نے اعلان کیا:

"کسی کے پاس سے کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ملی۔"

"پھر! اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔"

"یہی کہ ہمارا خیال غلط تھا ... بم دبانے والی حرکت مہمانوں میں سے کسی نے نہیں کی ... یہ کام کسی اور کا ہے ... باقی رہا ریموٹ کنٹرول ڈیوائس کا معاملہ، وہ یہاں سے کچھ فاصلے پر رہ کر یہ کام کرسکتا تھا۔"

"تب تو پھر اسے بم پھاڑ دینے کا موقع حاصل تھا ... اس نے ایسا کیوں نہیں کیا۔" فرزانہ نے اعتراض کیا۔

"تو پھر ... آپ کیا کہتی ہیں اس بارے میں۔"

"یہی کہ مہمانوں میں ہی کوئی صاحب موجود ہیں ... بم کا وائرلیس ریموٹ کنٹرولر ان کے پاس تھا ... لیکن انہوں نے یہاں کے حالات دیکھ کر تلاشی کے خوف سے پہلے ہی ریموٹ کنٹرولر ادھر ادھر گرا دیا ... بلکہ وہ انہوں نے اس گراؤنڈ میں کہیں گرایا ہوگا ... اب اگر گراؤنڈ سے ریموٹ کنٹرولر مل جاتا ہے، تو ہمارے سارے اندازے درست ثابت ہو جائیں گے ... اور کیس ایک خوفناک صورت اختیار کرے گا۔"

"بالکل ٹھیک فرزانہ ... ہم اس میدان کی تلاشی ضرور لیں گے ... بلکہ ہم نہیں ... ہم سب یہاں ٹھہریں گے ... ہم میں سے کوئی گراؤنڈ کی طرف نہیں جائے گا ... اکرام اور اس کے ماتحت یہ کام کریں گے ... ہم یہاں انتظار کریں گے۔"

"لیکن جناب ... کب تک ... اس کام میں بہت دیر لگ جائے گی ... وقت بھی رات کا ہے۔" ایک مہمان نے اعتراض کیا۔

"آپ کا نام۔" آئی جی صاحب نے پوچھ لیا۔

"حامد کرمانی۔"

"حامد کرمانی صاحب ... یہ سازش کوئی عام یا معمولی سازش نہیں ہے ... اس میں سو کے قریب لوگ مارے جاتے ... اللہ نے مہربانی فرمائی ... لیکن ہمیں اس شخص کو تو گرفتار کرنا ہوگا ... ورنہ وہ ایک بار پھر یہ کوشش کر گزرے گا۔" آئی جی صاحب نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا ... آپ ضرور ایسا کریں۔"

اور پھر سب انسپکٹر اکرام کو فون کیا گیا۔ ہدایات کے مطابق وہ اپنے ماتحتوں کو لے کر وہاں پہنچ گیا ... اسے بتایا گیا کہ کیا مسئلہ ہے ... وہ اپنے ماتحتوں کو لے کر گراؤنڈ میں چلا گیا۔ سرچ لائٹوں والی گاڑیاں وہ ساتھ لایا تھا ... اس طرح وہاں ریموٹ کنٹرولر کی تلاش شروع ہوئی اور ادھر وہ کوٹھی کے لان میں اپنی اپنی میزوں کے گرد بیٹھے انتظار کرنے لگے:

"کیا خیال ہے ... بھئی ... کیا ریموٹ کنٹرول مل جائے گا۔"

آئی جی صاحب نے ان کی طرف دیکھا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا انکل... سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ہاں اسٹیج پر ابا جان کی شکل صورت بلکہ پورا جسم کیسے نظر آ رہا تھا... اور یہ خبر سن کر انہوں نے فوراً یہ کیسے کہہ دیا کہ اس کوٹھی میں کوئی بم نہ چھپایا گیا ہو۔"

"اب ہمیں فرصت ہے... فون کر لیتے ہیں۔" آئی جی بولے۔

"تو پھر یہ کام آپ ہی کریں... ہمیں تو وہ ٹرخا دیں گے۔" فرزانہ مسکرائی۔

آئی جی صاحب نے سر ہلا دیا، پھر انسپکٹر جمشید کا نمبر ڈائل کیا۔ جلد ہی ان کی آواز سنائی دی:

"جمشید یہ سب کیا ہے۔" انہوں نے ان کی آواز سنتے ہی کہا۔

"میں سمجھا نہیں سر... آپ کس کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔"

"بھئی میں بھی اس وقت فاضل بیگ کی کوٹھی میں موجود ہوں۔"

"اوہ اچھا سر... میں سمجھ گیا..."

"آخر ہمیں یہاں تمہارا ہمشکل کیوں نظر آ رہا تھا... پھر یہ ہمشکل والی بات سن کر تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ یہاں کوئی واردات ہونے والی ہے۔"

"یہ میں ابھی آپ کو بتائے دیتا ہوں... پہلے تو یہ بتائیں...

یہاں بم ملا یا نہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں... کوٹھی کے لان میں گڑھا کھود کر ایک بہت بڑا بم دبایا گیا تھا... ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر وہ پھٹ جاتا تو آس پاس کی عمارتوں کو بھی نقصان پہنچتا۔"

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"اب تم اپنی بات بتاؤ۔"

"ایک منٹ سر... یہاں اب تک کیا گیا اس سلسلے میں؟" انہوں نے بے چین ہو کر کہا۔

آئی جی صاحب نے پوری تفصیل سنائی دی... ان کے خاموش ہونے پر وہ بولے: "کارروائی تو درست سمت میں کی گئی ہے... اب دیکھنا یہ ہے کہ ریموٹ کنٹرول ملتا ہے یا نہیں، اگر مل جاتا ہے تو۔"

"ٹھہرو جمشید... اکرام بہت تیزی سے اس طرف آ رہا ہے۔" آئی جی بولے۔

اس وقت اکرام وہاں آ گیا... اس کے چہرے پر بلا کی حیرت کے آثار تھے:

☆☆☆☆☆

کسی کی چال

وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے ۔ آئی جی بول پڑے :

" لگتا ہے ... کوئی عجیب خبر لائے ہو ۔"

" آپ کا خیال ٹھیک ہے سر ۔"

" چلو پھر سنا دو ۔" انہوں نے آہ بھر کر کہا ۔

"گراؤنڈ سے ایک عدد ریموٹ کنٹرولر آلہ ملا ہے ۔"

" اوہ !" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ۔

" اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس پر انگلیوں کے نشانات بھی ہیں ۔"

" پھر تو کام آسان ہوگیا ۔"

" جی ہاں ! یہی بات ہے ۔"

" تب پھر تم کس بات پر پریشان ہو ۔" آئی جی بولے ۔

" اب پریشان کن مسئلہ مہمانوں کے فنگر پرنٹ لینے کا ہے ۔"

"اوہ ہاں ... واقعی ... خیر ... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ۔"

یہ کہہ کر آئی جی صاحب اٹھے اور اسٹیج پر پہنچ گئے ... انہوں نے سب کو مخاطب کرکے کہا:

" خواتین وحضرات ! آپ کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ گراؤنڈ سے ریموٹ کنٹرولر آلہ مل گیا ہے ۔"

" کیا !!!" وہ سب ایک ساتھ چلا اٹھے ۔

" جی ہاں! یہی بات ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس آلے پر انگلیوں کے نشانات بھی موجود ہیں ۔"

" اوہ ... اوہ ۔"

" اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ میں سے کوئی اس ساری ہلچل کا ذمے دار ہے اور اب قانون کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے گرفتار کیا جائے ... ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ... بس آپ سب لوگ اپنی انگلیوں کے نشانات دے دیں ... ہم کنٹرولر پر پائے جانے والے نشانات سے ان نشانات کو ملا لیں گے ... امید ہے آپ اس کارروائی کو صبر اور سکون سے برداشت کریں گے اور کوئی اعتراض نہیں کریں گے ۔"

"ٹھیک ہے ... اب تو یہ کرنا ہوگا ۔" فاضل بیگ نے فوراً کہا ۔

" ہم سب تیار ہیں ... آپ انگلیوں کے نشانات لے لیں ۔"

اور پھر ان سب نے جلدی جلدی نشانات لینا شروع کیے ... اکرام اور اس کے ماتحتوں سمیت اب یہ کافی لوگ تھے...اس طرح نشانات لینے کی کارروائی جلد مکمل ہو گئی ... پھر ان نشانات سے کنٹرولر پر پائے جانے والے نشانات کو ملانے کا سلسلہ شروع ہوا... ایک ایک کر کے نشانات چیک ہوتے چلے گئے ۔ آخر سب نشانات چیک ہو گئے... اور اس وقت ایک حیرت انگیز بات سامنے آئی...وہ دھک سے رہ گئے ... ان کے رنگ اڑ گئے... آخر فاضل بیگ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر پوچھا:'' کیا بات ہے ... آپ لوگ بہت پریشان نظر آ رہے ہیں۔''

'' ہاں! بات پریشانی کی ہے ۔'' آئی جی بولے۔

'' بتا نا تو ہوگی ۔'' اسفند جان بولے ۔

'' آلے پر جو نشانات ملے ہیں ، وہ نواب صاحب کے ثابت ہوئے ہیں۔'' آئی جی صاحب نے بات بتا دی ۔

'' کیا !!! '' سب کے سب چلا اٹھے۔

ان کے منہ مارے حیرت کے کھلے کے کھلے رہ گئے ... آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں... یوں لگتا تھا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ خود نواب فاضل بیگ کا بھی مارے حیرت کے برا حال تھا ... آخر انہوں نے کہا : '' یہ کیسے ممکن ہے ۔''

'' جی ... کیا کہا... یہ کیسے ممکن ہے ... کیا ؟'' فرزانہ نے جلدی سے کہا ۔

''یہی کہ میری انگلیوں کے نشانات اس کنٹرولر پر ہوں۔''

''اور آپ کے خیال میں یہ نا ممکن کیسے ہے ۔'' محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

'' کیا آپ لوگوں کے خیال میں میں اپنے گھر کو خود بم اڑاؤں گا ... وہ بھی اپنے بیوی بچوں سمیت ... اور اپنے آپ سمیت... کیونکہ میں تو اس پوری دعوت کا میزبان ہوں۔ میں تو کہیں جا بھی نہیں سکتا تھا... یعنی کوئی مہمان تو کسی بہانے کہیں جاسکتا تھا ... خود کو بم سے بچانے کے لیے ... لیکن میں تو یہ بھی نہیں کر سکتا تھا...'' انہوں نے جلدی جلدی کہا۔ اس پر آئی جی بولے:

''آپ کی باتوں میں بہت وزن ہے ... آپ واقعی یہ کام نہیں کر سکتے تھے... لیکن سوال یہ ہے کہ پھر کنٹرولر پر آپ کی انگلیوں کے نشانات کیوں ہیں۔''

'' مجھے نہیں معلوم ...شاید یہ کسی کی کوئی چال ہے ... اس نے کوئی طریقہ ایسا نکالا ہے... تب ہی میری انگلیوں کے نشانات آلے پر پائے گئے ہیں ۔''

"اچھی بات ہے ... ہم اس پہلو سے بھی معاملے کا جائزہ لیں گے ...اگر کسی نے آپ کو فریم کرنے کی کوشش کی ہے تو ہم اس تک پہنچ جائیں گے... آپ پریشان نہ ہوں۔"

"پریشان تو خیر میں ہوگیا ہوں... آخر وہ کون ہے ... جو میرے گھر کو میرے مہمانوں اور میرے گھر والوں سمیت بم سے اڑا دینا چاہتا ہے اور الزام مجھ پر ڈالنا چاہتا ہے .. اور وہ ایسا چاہتا کیوں ہے...یہ سوالات بہت پریشان کن ہیں... اور مجھے دور دور تک ان سوالات کے جوابات نہیں سوجھ رہے۔" وہ کہتے چلے گئے۔

"یہ سوالات آپ کے لیے ہی نہیں ہمارے لیے بھی پریشان کن ہیں... کیونکہ اگر ہم آپ کو گرفتار کرتے ہیں تو ہمیں بتانا ہوگا کہ آپ بھلا خود اپنے گھر کو اپنے گھر والوں اور اتنے مہمانوں سمیت کیوں اڑانے لگے ...جب تک ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں ہوگی، ہم آپ کو گرفتار نہیں کرسکتے ... دوسری بات ... اب چونکہ ریموٹ کنٹرول آلے پر آپ کی انگلیوں کے نشانات مل گئے ہیں ، اس لیے ہم مہمانوں کو مزید نہیں روک سکتے ... یعنی ان حضرات کو جانے کی اجازت ہے... تمام مہمانوں کے نام پتے اور فون نمبر تو ظاہر ہے ،آپ کے پاس ہیں ہی... جب بھی کسی سے رابطہ کرنے کی ضرورت پڑے گی ، ہم آپ سے پوچھ

لیں گے ... کیا خیال ہے۔"

"بالکل ٹھیک خیال ہے ... تمام مہمان جانا پسند کریں تو جا سکتے ہیں... اب یہ دیکھنا ان حضرات کا کام ہے کہ کنٹرولر پر میری انگلیوں کے نشانات کیوں ہیں۔"

نواب فاضل بیگ کے ان الفاظ کے باوجود کوئی مہمان اپنی جگہ سے نہ ہلا ... اس پر آئی جی صاحب نے حیران ہو کر کہا:

"کیا بات ہے ... آپ جانے کے لیے تیار نہیں... پہلے تو آپ کہہ رہے تھے کہ آخر ہم کب تک یہاں رکے رہیں گے۔"

"ہاں! پہلے ہم جانا چاہتے تھے ... اب نہیں... کیونکہ اب ہم سب بے گناہ ثابت ہو گئے ہیں ...لہٰذا ہم جاننا چاہتے ہیں... کنٹرولر پر نواب فاضل صاحب کی انگیوں کے نشانات کیوں ہیں۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے کہ آپ سب کیس میں اس حد تک دلچسپی لے رہے ہیں... اگر آپ یہیں ٹھہرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں... البتہ۔" آئی جی کہتے کہتے رک گئے ۔

"البتہ جب ہمارا کام یہاں ختم ہوجائے گا... تب ہم یہاں نہیں ٹھہریں گے۔"

"لیکن آپ کم از کم یہ تو بتا کر جائیں گے کہ کنٹرولر پر

فاضل بیگ صاحب کی انگلیوں کے نشانات کیسے آ گئے۔"

"ہم اس پر ابھی سے غور شروع کرتے ہیں... اور اس کے لیے ہمیں ایک الگ کمرے کی ضرورت ہے... آپ لوگ بھی کوٹھی کے اندرونی حصے میں کمروں میں آرام کر سکتے ہیں... کیونکہ کسی نتیجے پر پہنچنے میں ہمیں کچھ وقت تو لگے گا۔"

"کوئی پروا نہیں... جانے کو جی نہیں چاہ رہا۔"

"بہت بہتر... فاضل بیگ صاحب... پہلے آپ ہمیں ایک الگ تھلگ کمرہ دے دیں... اس کے بعد آپ تمام مہمانوں کو کمروں میں تقسیم کر دیجیے گا... ویسے آپ کی کوٹھی میں کمرے بہت ہیں... یہ سب لوگ آسانی سے سما جائیں گے۔"

"بالکل یہی بات ہے... ملازم ان کی چائے اور کافی سے تواضع کریں گے... اور آپ غور کرلیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

پھر وہ ایک الگ کمرے میں آ گئے... اور سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ان کے سامنے سوال یہ تھا کہ آلے پر نواب فاضل کی انگلیوں کے نشانات کیسے ہو سکتے ہیں۔

انہیں سوچنے میں جب کافی دیر گزر گئی اور کوئی بات سمجھ میں نہ آئی

تو فرزانہ نے کہا: "شاید ہم اس سوال کا جواب نہیں سوچ سکیں گے... بس ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔"

"چلو پھر... وہی بتا دو..." فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اور کیا، گزارا تو کرنا ہوگا... اس ایک بات سے کرلیں گے۔" محمود مسکرایا۔

"یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ نشانات فاضل بیگ صاحب ہی کے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"فاضل بیگ صاحب اپنے گھر کو مہمانوں سمیت بم سے اڑانا چاہتے تھے..." فرزانہ نے کہا۔

"حد ہو گئی... بھلا یہ کیسے ممکن ہے... کیا وہ پاگل ہیں۔"

"نہیں... وہ پاگل نہیں... یہ بم خود انہوں نے ہی دفن کرایا تھا... ریموٹ کنٹرولر بھی ان کے پاس تھا۔ انہوں نے ہی اس پر اپنی انگلیوں کے نشانات بنائے تھے... لیکن وہ حالات کو اس رخ پر لانا چاہتے تھے... یعنی بم کے پھٹنے کی نوبت نہ آئے... اور یہ بات سب کو معلوم ہو جائے کہ اس آلے پر انہی کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔"

"حد ہو گئی... یہ حل پیش کیا ہے... آخر فاضل بیگ صاحب

ایسا کیوں چاہنے لگے ...'' فاروق نے بھنا کر کہا۔

'' ہمیں اس سوال کا جواب تلاش کرنا ہوگا۔'' فرزانہ نے کہا۔

'' میں یہ سمجھتا ہوں کہ فرزانہ نے کوئی کام کی بات نہیں کہی ...'' آئی جی صاحب نے فیصلہ سنایا۔

'' آپ کی بات سن کر بہت زیادہ خوشی ہوئی انکل۔'' فاروق چہکا... فرزانہ نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔ پھر منہ بنا کر بولی:

'' تو تم کوئی بات بتا دو نا۔''

'' ہاں! کیوں نہیں... یہ سارا چکر دراصل فاضل بیگ صاحب کے خلاف سوچا گیا ہے ... سازش کرنے والوں نے بم وہاں دبایا ... اور ریموٹ کنٹرولر چپکے سے ان کی جیب میں رکھ دیا...اب ظاہر ہے جب انہیں جیب میں کوئی چیز محسوس ہوئی ہوگی تو انہوں نے اسے چھوا ہوگا اور نظر بچا کر دیکھا بھی ہو گا، یہ دیکھ کر ان کی سٹی گم ہوگئی ہوگی۔ اب ان کے پاس خود کو مشکوک بنانے سے بچانے کے لیے بس یہی ایک ترکیب رہ گئی تھی کہ وہ اس کنٹرولر سے جلد از جلد نجات حاصل کرلیں ... اگر تلاشی کا عمل شروع ہوگیا تو پھر وہ اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکیں گے ... بس انہوں نے کنٹرولر پارک میں پھینک دیا... '' فاروق روانی کے عالم میں کہتا چلا گیا۔

'' بہت خوب فاروق ... میں بھی بالکل اسی نتیجے پر میں پہنچا تھا...ضرور ایسا ہی ہوا ہے ... اور اس کی تصدیق فاضل بیگ صاحب سے ہوسکتی ... کیونکہ اب تک وہ خود پر قابو پا چکے ہوں گے... گھبراہٹ بھی دور کر چکے ہوں گے ... لہٰذا یہ بات خود ہی بتا دیں گے۔'' خان رحمان جلدی جلدی بولے۔

'' اچھی بات ہے ...ہم انہیں یہیں بلوا لیتے ہیں... فاروق تم جا کر انہیں بلا لاؤ۔'' آئی جی بولے۔

'' جی اچھا!'' اس نے کہا اور فوراً کمرے سے نکل گیا۔

جلد ہی فاضل بیگ اندر داخل ہوئے... انہوں نے دیکھا... وہ بہت پریشان نظر آرہے تھے:

'' فاضل بیگ صاحب... ہم سب کی ایک بات سمجھ میں آتی ہے... ہم نے سوچا، وہ بات آپ کے سامنے رکھ دیں... کیونکہ یہ آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ ہم نے جو سوچا ہے، وہ درست ہے یا غلط۔''

'' فرمایئے...وہ کیا بات ہے جو آپ کی سمجھ میں آئی ہے۔''

''یہ کہ آپ کے خلاف سازش کی گئی ہے ... کوئی آپ کو بری طرح پھنسانا چاہتا ہے ... اس نے پہلے تو بم آپ کے لان میں دبوایا... پھر اس پروگرام میں ریموٹ کنٹرولر چپکے سے آپ کی جیب میں

رکھ دیا ... جب آپ کو محسوس ہوا کہ آپ کی جیب میں کچھ ہے ... تو غیر ارادی طور پر آپ ہاتھ جیب میں لے گئے ... اس طرح آپ کی انگلیوں کے نشانات آلے پر آ گئے ... ادھر ریموٹ کنٹرولر کو دیکھ کر آپ گھبرا گئے اور آپ نے اسے گراؤنڈ میں پھینک کر اس سے پیچھا چھڑا لیا ... کیونکہ اگر تلاشی کے دوران وہ آپ کی جیب سے برآمد ہو جاتا تو پھر لوگ آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بناتے ... ہمارا آپ سے یہ سوال ہے ... کیا بات یہی ہے۔''

ان کے خاموش ہونے پر پہلے تو فاضل بیگ مسکرائے ... پھر بولے:

''آپ کا خیال بالکل غلط ہے۔''

☆☆☆☆☆

بھاگنے والا

ان سب کی نظریں تو اب فاضل بیگ پر جمی تھیں ... ان کے جواب نے انہیں حیرت میں ڈال دیا تھا ... آخر آئی جی صاحب بولے:

''آپ کا مطلب ہے ... ایسا نہیں ہوا ... ریموٹ کنٹرولر آپ نے پارک میں نہیں پھینکا، اور نہ کسی نے وہ آپ کی جیب میں رکھا ...''

''ہاں بالکل یہی بات ہے۔''

''تب پھر آپ خود بتائیں ... آپ کی انگلیوں کے نشانات کنٹرولر پر کیسے آ گئے ... جب کہ نہ بم سے آپ کا تعلق ہے ... نہ کنٹرولر سے۔''

''میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے ... اس کا جواب آپ کو تلاش کرنا ہوگا۔'' انہوں نے کہا۔

''شاید یہ ہماری زندگی کا مشکل ترین سوال ہے۔'' فاروق بڑبڑایا۔

وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے ... اچانک فرزانہ بول پڑی:

" فاضل بیگ انکل ! ایک سوال کا جواب تو خیر آپ بھی دے ہی سکتے ہیں اور وہ یہ کہ آپ کا کوئی دشمن کوئی مخالف... جو اس حد تک خوفناک کارروائی کر سکے۔"

" میرا کوئی دشمن نہیں۔" انہوں نے پریقین انداز میں کہا۔

" لیکن نواب صاحب ! یہ کیسے ممکن ہے۔" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

" کیا !! "

"یہاں سے ایک عدد بم ملا ہے ... اور آپ کہہ رہے ہیں، آپ کا کوئی دشمن نہیں۔"

" اس کا مطلب ہے... میرے علم میں نہیں کہ میرا کوئی دشمن ہے... کیونکہ دشمنی کی کوئی وجہ بھی موجود نہیں ، لیکن کوئی شخص اگر کسی وجہ سے مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے تو مجھے نہیں معلوم، وہ ایسا کیوں کرنا چاہتا ہے۔"

" آپ کی موت کی صورت میں کسے فائدہ پہنچے گا۔"

" میرے بچے ہیں ماشاء اللہ ... لیکن وہ اتنی عمر کے نہیں کہ ایسا کوئی پروگرام بنا سکیں۔"

" آپ کے کوئی بھائی۔"

" نہیں ! میرا کوئی بھائی نہیں۔"

" آپ کی بہن۔"

" کوئی بہن نہیں۔"

" حیرت ہے ... کمال ہے ..." فاروق نے منہ بنایا۔

" کس بات پر حیرت ہے اور کمال بھی۔" محمود نے اسے گھورا۔

" دور دور تک کوئی وجہ نظر نہیں آتی... اور پھر بھی کوئی شخص ہے ... جو بم ... بم... بم۔" وہ کہتے کہتے اٹک گیا۔

" بم پر بیچارے کی سوئی اٹک گئی۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

" یہ بات نہیں۔" فاروق کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

" تو پھر ... جو بات ہے ... تم وہ بتا دو۔"

" یہ سوئی اٹکی نہیں... میں نے خود اٹکائی ہے۔" وہ مسکرائی۔

" ہے کوئی تک اس بات کی۔" فرزانہ جل گئی۔

" ہے تو نہیں... لیکن یہ صاحب کوئی تک پیدا کر ہی سکتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

" کیا کہنا چاہتے ہو فاروق۔" خان رحمان بے چین ہو کر بولے... کیونکہ وہ بھانپ گئے تھے... فاروق کو کوئی بات سوجھ گئی ہے۔

" جی ہاں ... میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بم جس نے بھی یہاں دفن

کیا ... وہ فاضل بیگ صاحب کو نہیں کسی اور کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔''

'' اوہ... اوہ ... واقعی ! اس پہلو سے تو کسی نے سوچا ہی نہیں... یہ بات ہوسکتی ہے ۔'' آئی جی صاحب نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

'' تب تو پھر ہمیں تمام مہمانوں سے بات کرنا ہوگی ...شاید ان میں سے کوئی یہ بات بتا سکے۔'' خان رحمان نے جلدی سے کہا ۔

'' آئیں پھر سب مہمانوں کے سامنے یہ بات رکھتے ہیں۔'' آئی جی بولے۔

اب انہوں نے تمام مہمانوں کو پھر لان میں جمع کیا...پھر آئی جی نے انہیں مخاطب کرکے کہا : '' یہ معاملہ بہت زیادہ بے چیدہ ثابت ہو رہا ہے ... کوئی ایسی وجہ سامنے نہیں آسکی... کہ جس کے تحت کوئی نواب صاحب کو ہلاک کرنا چاہتا ہو...لہٰذا ہم نے ایک اور رخ سے تفتیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔''

'' ایک اور رخ سے ... اور وہ ایک اور رخ کیا ہے بھلا ۔'' ارجال چاغی نے حیران ہوکر پوچھا۔

'' وہ رخ یہ ہے کہ آپ سب لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے ... جسے کوئی ہلاک کرنا چاہتا ہے ... اب دیکھیے ... ان صاحب کا دشمن کس قدر چالاک ہے ... اگر وہ یہاں اپنے دشمن کو ہلاک کر ڈالے تو کوئی اس

کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے... سب یہ سوچیں گے کہ فاضل بیگ صاحب سے کسی کو کوئی دشمنی تھی یا مخالفت تھی...''

'' اوہ ... اوہ'' مارے حیرت کے ان سب کے منہ سے نکلا۔

چند لمحے تک سب سکتے کے عالم میں بیٹھے رہ گئے ، آخر نواب فاضل صاحب کے دوست اسفند جان نے کہا :

'' یہ بات عین ممکن ہے ۔''

'' اس کا مطلب ہے ... ہم سب میں سے کسی کا بھی کوئی دشمن موجود ہے۔'' صنوبر تابانی نے پریشانی کے عالم میں کہا ۔

'' اس بات کا زبردست امکان ہے ۔''

'' بہر حال اس کیس میں سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اس دشمن نے فاضل صاحب کی انگلیوں کے نشانات ریموٹ کنٹرولر پر کیسے لے لیے ... دنیا میں کسی انسان کی انگلیوں کے نشانات دوسرے انسان کی انگلیوں کے نشانات سے نہیں ملتے ...تو پھر اس شخص نے آلے پر نشانات کیسے لے لیے ...'' آئی جی صاحب نے کہا۔

'' اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ کام ہے ہی فاضل بیگ کا ۔'' نظام سومی نے منہ بنایا۔

'' ہاں ہاں... کہہ لیں سومی صاحب... کہہ لیں... میں بڑا نہیں

ماتوں گا..." فاضل بیگ نے ہنس کر کہا۔

"اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ..." نظام سومی کہتے کہتے رک گیا... اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا ہوا ... خیر تو ہے۔"

"ہاہاہا" نظام سومی نے قہقہہ لگایا۔

وہ حیران رہ گئے... ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آسکی کہ وہ کیوں قہقہہ لگا رہے ہیں:

"آپ ... آپ نے کس بات پر قہقہہ لگایا؟" آئی جی صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"اس بات پر کہ یہاں اتنے بڑے بڑے سراغ رساں موجود ہیں اور اتنی سی بات معلوم نہیں کر سکے۔"

"کتنی سی بات؟" آئی جی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اتنی بات کہ ریموٹ کنٹرول پر فاضل بیگ کی انگلیوں کے نشانات کیسے آگئے۔"

"تو... آپ نے یہ بات جان لی۔" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں بالکل۔"

"بہت خوب! آپ کی ذہانت کی داد ہم بعد میں دیں گے... پہلے آپ بتا دیں.. آپ نے کیا بات جان لی ہے۔"

"بم دبانے یا دلوانے والے شخص نے ریموٹ کنٹرولر پر نشانات بہت آسانی سے حاصل کیے ہیں۔" نظام سومی ہنسا

"آخر کیسے؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"وہ ایسے کہ ب صاحب گہری نیند سو رہے تھے... وہ نامعلوم شخص ان کے قریب آیا اور کنٹرولر ان کے ہاتھ میں دے کر انگلیاں اس پر جما دیں... پھر احتیاط سے کنٹرولر ان کے ہاتھ سے نکالا اور جیب میں رکھ لیا.."

"اوہ.. اوہ" ان سب کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

اب سب کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی۔ آخر آئی جی صاحب بولے: "اس میں تو حرج نہیں... کہ اس طرح نشانات لیے جا سکتے ہیں.. لیکن نظام سومی صاحب! آپ خود سوچیں کوئی ان کی خواب گاہ میں کیسے داخل ہو گا.. گھر کے افراد نے اسے کیوں نہیں دیکھا... اس قسم کے اور بھی کئی سوالات سر ابھار رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے... میں کوئی تبصرہ نہیں کروں گا. جو بات میرے ذہن میں آئی، میں نے بتا دی۔ یہ تحقیق کرنا آپ کا کام ہے کہ یہ کام کس

نے کیا... یا یہ کام کرنا کس کے لیے ممکن تھا ... اور کیسے ممکن تھا ... ‘

’’ ٹھیک ہے ہم یہ کام خود کریں گے ... آپ فکر نہ کریں... آپ نے واقعی ایک اچھی بات بتائی... ہم اس پہلو سے غور کریں گے ۔ ‘

ایسے میں اچانک ان سب کے درمیان سے ایک شخص بھاگ کھڑا ہوا...اس کا رخ صدر دروازے کی طرف تھا ‘

’’ ارے ارے ... خبردار... ٹھہرو ۔ گولی مار دیں گے ۔‘‘ خان رحمان چلائے۔

محمود، فاروق اور فرزانہ اس کے پیچھے دوڑے .. اتنے میں وہ مین گیٹ پر پہنچ چکا تھا... دروازے پر پہلے ہی گارڈز موجود تھے اور جوکنے ہو چکے تھے... بھاگنے والے نے دوڑتے دوڑتے چہرہ موڑ کر ان سب کی طرف دیکھا ... اور پھر دروازے سے باہر اس طرح چھلانگ لگائی کہ گارڈز اسے چھو بھی نہ سکے ۔

ادھر کوٹھی کے لان میں موجود اکثر لوگوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں... کیونکہ بھاگنے والے کا چہرہ انہیں بالکل صاف نظر آیا تھا... لیکن وہ کسی طرح بھی اس بات پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے... کہ جو چہرہ انہوں نے دیکھا... وہ واقعی وہی چہرہ تھا... یا بھاگنے والے نے چہرے پر میک اپ کر رکھا تھا:

’’ نہیں نہیں... یہ کیسے ہوسکتا ہے ۔‘‘ آئی جی جیسے خواب میں بولے۔

اس وقت تک محمود، فاروق اور فرزانہ بھی دوڑتے ہوئے باہر نکل چکے تھے اور ان کا رخ کار پارک کی طرف تھا .. اسی وقت انہوں نے ایک سرخ رنگ کی کار کو بلا کی رفتار سے کار پارک سے نکلتے دیکھا۔

طوفانی انداز میں دوڑتے ہوئے تینوں اپنی کار تک پہنچے اور پھر وہ بھی آندھی اور طوفان کی طرح کار پارک سے نکال لائے ۔ انہوں نے اپنی کار اس سمت میں ڈال دی .. جس سمت میں سرخ کار گئی تھی ۔

ان کے دل اس قدر زورزور سے دھڑک رہے تھے کہ کیا کبھی دھڑکے ہوں گے ۔

☆☆☆☆☆

دستک

ادھر لان میں موجود سب لوگ سکتے کی حالت میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے... کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ ہوا کیا ہے... بھاگنے والے نے جب گیٹ کے پاس پہنچ کر چہرہ ان کی طرف موڑا تھا تو انہوں نے صاف دیکھا تھا... وہ سو فیصد انسپکٹر جمشید کا چہرہ تھا... وہاں اتنے لوگ انہیں پہچاننے والے تھے... سب کو تو دھوکا نہیں ہوسکتا تھا، لہٰذا یہی کہنا پڑ رہا تھا کہ وہ انسپکٹر جمشید ہی ہیں... لیکن انسپکٹر جمشید تو یہاں تھے ہی نہیں... وہ تو سرکاری کام کے سلسلے میں ایک دوسرے شہر میں تھے۔

سکتے کی حالت میں انہیں کھڑے جب چند منٹ گزر گئے تب نواب فاضل بیگ ان کی طرف بڑھے:

"شیخ صاحب! یہ سب کیا ہے... کیا یہ سارا کیا دھرا جمشید کا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔"

"لیکن اتنے بہت سے لوگوں نے انہیں بھاگتے دیکھا ہے... اب تو یہی کہنا پڑے گا کہ یہاں بم انہوں نے ہی دفن کرایا تھا... اور وہ ٹھہرے دنیا کے ماہر ترین اور مشہور ترین سراغرساں... لہٰذا ریموٹ کنٹرولر پر کسی نہ کسی طرح میری انگلیوں کے نشانات انہوں نے حاصل کر لیے ہوں گے... سوال یہ ہے کہ انہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ سب بہت عجیب وغریب ہے... سمجھ میں نہ آنے والا ہے... ہم دیکھیں گے کہ یہ سب کیا ہے... اگر انسپکٹر جمشید مجرم ہیں... انہوں نے کوئی جرم کیا ہے... تو آپ فکر نہ کریں... قانون سب کے لیے ایک ہے... انہیں گرفتار کیا جائے گا اور انہیں سزا دی جائے گی... اور آپ نے دیکھا ہوگا... ان کے تینوں بچے ان کے تعاقب میں گئے ہیں..." آئی جی صاحب تیزی سے کہتے چلے گئے۔

"اس سے کیا ہوتا ہے جناب... اولاد اپنے والد کو تو گرفتار کرنے سے رہی۔" اسفند جان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آپ مطمئن رہیں... جمشید مجرم نہیں ہو سکتے... ان کا ذہن مجرمانہ ہے ہی نہیں... یہ کوئی اور چکر ہے... اور اس چکر کا سراغ بھی

وہی لگائیں گے ... آپ بس انتظار کریں۔"

" ہمارا کیا ہے ... ہم تو انتظار کر لیں گے ... لیکن آپ میڈیا کا کیا کریں گے ... یہ خبر تو جنگل کی آگ سے بھی زیادہ تیزی سے پورے ملک کیا... پوری دنیا میں پھیلنے والی ہے ۔"

" میں سمجھتا ہوں... ہمارے راستے میں کیا مشکلات آ کھڑی ہوئی ہیں... اللہ اپنا رحم کرے ۔وہی ہماری مدد کرنے والے ہیں۔"

" خیر جناب! ہم تو ٹھہرے آپ کے دوست ... آپ جانیں...نواب فاضل جانیں... ہم اب یہاں نہیں رکیں گے ... آئیں بھئی چلیں ۔"

کوئی کچھ نہ بولا ... ان لوگوں کو روکنے کا اب کوئی فائدہ بھی نہیں تھا... ضرورت بھی نہیں تھی... نہ وہ ان کی زبانیں روک سکتے تھے ...وہ لوگ نواب فاضل کے دوست ضرور تھے... لیکن سبھی دوست مخلص تو نہیں ہو سکتے تھے... اور پھر وہ انسپکٹر جمشید کے تو دوست تھے بھی نہیں...

ایک ایک کرکے وہ نکلتے چلے گئے ... آخر میں ان کے ساتھ صرف نواب صاحب رہ گئے ،اس وقت انہوں نے کہا:

" اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

" ہم بھی اپنے گھر کا رخ کرتے ہیں... اور کیا کر سکتے ہیں ۔"

آئی جی بولے۔

" اور انسپکٹر جمشید کے تینوں بچے جو ان کے تعاقب میں گئے ہیں۔"

" امید تو نہیں کہ وہ تعاقب میں کامیاب ہوں گے ... لہٰذا وہ بھی ناکام ہو کر گھر پہنچ جائیں گے ...اگر وہ ادھر آئے تو آپ انہیں گھر بھیج دیجیے گا ... ہم سب فی الحال انسپکٹر جمشید کے گھر جا رہے ہیں۔"

" اچھی بات ہے ۔" نواب صاحب بولے ... ان کے چہرے پر غم و غصہ تھا... رنج تھا... افسوس تھا ، کیونکہ اب وہ بھی یہی خیال کر رہے تھے کہ ان کی دعوت کو انسپکٹر جمشید نے درہم برہم کیا ہے ... آخر وہ لوگ بھی اپنی گاڑی میں وہاں سے روانہ ہوئے... وہ چپ چپ تھے۔آئی جی بھی انہی کی گاڑی میں بیٹھ گئے تھے... انہوں نے اپنی گاڑی ڈرائیور کے ذریعے گھر بھیج دی تھی:

" میں جمشید کو فون کرتا ہوں... وہ خود وضاحت کرے گا ۔"

آئی جی صاحب نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

" آپ پریشان نہ ہوں ... یہ کام جمشید کا ہو ہی نہیں سکتا ۔"

پروفیسر داؤد نے جلدی سے کہا ۔

" میں بھی یہی کہتا ہوں۔" خان رحمان نے کہا۔

"ہم سب یہی کہتے ہیں... لیکن آپ لوگ نہیں جانتے ... میڈیا اس خبر کو کس قدر اچھالے گا... جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔"

"ہم تو اس بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ضرور جمشید کے خلاف کوئی سازش ہے۔"

"جمشید کے خلاف نہیں ... شاید یہ ہمارے پورے ملک کے خلاف سازش ہے۔" آئی جی بولے۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"یہ کوئی چھوٹی موٹی سازش نہیں ہے... اسٹیج پر ہم نے خود جمشید کو دیکھا تھا... اس وقت ہم نے یہی سمجھا تھا کہ جمشید کی جھلک کسی ہولوگرام ٹیکنالوجی سے دکھائی گئی ہے لیکن اب میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"تو پھر اب آپ کیا سمجھتے ہیں۔" خان رحمان نے پوچھا۔

"یہ کہ یہاں کوئی شخص موجود تھا...اس نے دوہرا میک اپ کر رکھا تھا... یعنی اپنے اصل چہرے پر اس نے جمشید کا بہترین میک اپ کر رکھا تھا... اس قدر زبردست اور کامیاب ترین میک اپ کہ ہم نے بھی یہی سمجھا تھا کہ وہ جمشید ہی ہیں... اور اس میک اپ پر اس نے ایک اور ماسک پہن رکھا تھا ... اسٹیج پر آکر اس نے اچانک اپنا دہرے چہرے والا میک اپ یعنی ماسک اتار دیا...اس طرح ہم نے جمشید کا

چہرہ دیکھا.. لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اسٹیج سے اتر گیا اور ماسک پھر پہن لیا۔ ایسا اس نے غالباً تین بار کیا... اس کے بعد نہیں کیا۔ اب پھر بھاگتے وقت کیا..."

"اوہ.. اوہ ایسا لگتا ہے کہ ضرور یہی ہوا ہے۔"

"ہاں... یہی ہوا ہے... اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوا... خیر میں جمشید کو فون کرتا ہوں۔"

اب انہوں نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے... سلسلہ فوراً ہی مل گیا اور ان کی آواز سنائی دی۔

"کیا حالات ہیں سر۔"

"جمشید تم کہاں ہو۔"

"سر وہیں.. جہاں حکومت کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔"

"اوہ... تو پھر سنو... یہاں کیا ہوا ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ساری تفصیل سنا دی ... خاموش ہوئے تو انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"ان حالات میں میں نہیں آسکوں گا ... کیونکہ میڈیا صبح تک جو قیامت برپا کرے گا... اس کا اندازہ مجھے ہے... مجھے فوری طور پر گرفتار کر لیا جائے گا... لہٰذا میں اسی وقت سے روپوش ہو رہا ہوں .. اس

سرکاری کام کو جوں کا توں چھوڑ رہا ہوں ۔ یہ کام بعد میں مکمل کروں گا ...''

'' ٹھیک ہے جمشید ... میرا خیال ہے ۔ یہی کرنا چاہیے ۔''

اور پھر انسپکٹر جمشید کی طرف سے فون بند کر دیا گیا ... اسی وقت وہ گھر کے سامنے پہنچ گئے :

'' شاید! محمود ، فاروق اور فرزانہ ابھی یہاں نہیں آئے ۔''

'' دیکھتے ہیں ۔''

تینوں نیچے اتر آئے ... خان رحمان نے دروازے کی گھنٹی بجائی تو اندر سے بیگم جمشید کی آواز سنائی دی:

'' یہ میں ہوں بھابی ...'' خان رحمان بولے ۔

'' اوہ اچھا ... میں دروازہ کھول دیتی ہوں ... ۔''

پھر دروازہ کھل گیا:

'' اسلام علیکم بھابی صاحبہ ۔''

'' وعلیکم سلام بھائی ۔'' تینوں نے یک زبان ہو کر کہا ۔

'' آپ ڈرائنگ روم میں بیٹھنا پسند کریں گے کہ ان کے کمرے میں ...''

'' ان کے کمرے میں ....''

'' اچھی بات ہے ۔''

پھر وہ انسپکٹر جمشید کے کمرے میں آ گئے :

'' کیا خیال ہے ۔ آپ کچھ سمجھے ۔'' اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد آئی جی صاحب بولے ۔

'' جی نہیں ..'' دونوں ایک ساتھ بولے ۔

'' کوئی اندازہ ۔''

'' نہیں .. ہم اپنے دماغوں کو بالکل خالی محسوس کر رہے ہیں ۔''

'' میرا خیال ہے محمود ، فاروق اور فرزانہ بھی ناکام واپس آ جائیں گے ... وہ جس کے تعاقب میں گئے ہیں ، وہ ان کے ہاتھ نہیں لگے گا ... میرا اندازہ یہ ہے کہ ... فاضل بیگ کی کوٹھی میں بم دھماکا کرنے کا پروگرام سرے سے تھا ہی نہیں ۔''

'' تب پھر ؟'' خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا ۔

'' یہ سب صرف اور صرف جمشید کے خلاف سازش ہے ... یہ میرا اندازہ ہے ... اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس سازش کے ساتھ ساتھ اندرون خانہ کوئی اور سازش کی جا رہی ہو ، فی الحال یہی نظر آتا ہے کہ اس سازش کے تحت پہلے ہی بم وہاں دفن کیا گیا ... جو شخص دہرے میک اپ میں آیا ، ریموٹ کنٹرول بھی اس کے پاس تھا ... جس

طرح اس نے بم دفن کرانے کا کام لے لیا اسی طرح ریموٹ کنٹرولر پر ان کی انگلیوں کے نشانات لے لیے... اپنے پروگرام کے تحت اس نے اسٹیج پر آکر اپنا جمشید کے چہرے والا میک اپ ہمیں دکھایا اور پھر دہرا ماسک پہن کر مہمانوں میں شامل ہو گیا.. ایسا اس نے دو تین بار کیا ... اور آخر میں تو سب مہمانوں کو جمشید والا چہرہ دکھا کر بھاگا... جس کی بالکل ضرورت نہ تھی اگر اس کا پروگرام جمشید کو بدنام کرنے کے سوا کچھ اور ہوتا... ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اپنا بم والا [illegible] ن ناکام ہو جانے کی صورت میں وہ مہمانوں میں شامل ہو کر کسی کے سامنے آئے بغیر چپ چاپ باہر نکل جاتا۔ اس کا اس طرح بھاگنا اور سب کو اس طرح اپنی طرف متوجہ کرنا کہ سب لوگ جمشید کا چہرہ دیکھ لیں واضح کر رہا ہے کہ وہ صرف اور صرف جمشید کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔ ب کل کے اخبارات خوب شور مچائیں گے۔' یہاں تک کہہ کر آئی جی خاموش ہو گئے۔

" خیر... پولیس اپنا کام کرتی رہے گی .. اگر کہانی یہی ہے تو ہمارے لیے تو پھر تفتیش کے راستے نکل گئے ہیں۔" خان رحمان نے کہا۔

" ہاں آپ اپنا کام کریں... جم[illegible] کر اپنا کام کر لیے دیں اور شہر کی پولیس اپنا کام کرے گی... لیکن [illegible] میں آپ لوگوں کا ساتھ [illegible]

دے سکوں گا. . مجھے بڑے بڑے لوگوں کے اعتراضات کے جوابات دینا ہوں گے۔"

" ٹھیک ہے . . . یوں بھی جو کام محمود ، فاروق اور فرزانہ کرتے ہیں... ہم ان کا ساتھ دیں گے . . اور انشاء اللہ ان لوگوں کو دیکھ لیں گے۔"

" تاہم آپ اس وقت تو یہاں ضرور ٹھہریں ... جب کہ وہ تینوں واپس نہیں آجاتے ، نہ جانے وہ کس حالت میں واپس آتے ہیں۔"

" میرا اندازہ تو یہی ہے کہ تینوں اس چھلاوے کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

" آپ نے اس شخص کو چھلاوہ کہا۔"

" ہاں! جس رفتار سے اور جس انداز سے وہ [illegible]گا ہے...اسے چھلاوہ ہی کہنا پڑے گا۔"

عین اسی وقت بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔تینوں چونک پڑے۔

☆☆☆☆☆

سرخ کار

"حیرت ہے ... ابھی تک ہمیں سرخ کار نظر نہیں آئی ... حالانکہ ہم نے کار لے کر نکلنے میں زیادہ وقت ضائع نہیں کیا تھا۔" محمود نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا... کار وہی چلا رہا تھا۔

"چلو! آج معلوم ہوگیا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"چلو معلوم ہوگیا ... کیا معلوم ہوگیا۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہم لوگ خود کو ڈرائیونگ میں بہت ماہر خیال کرتے ہیں... لیکن آج پتا چل گیا... ہم سے بھی زیادہ ماہر لوگ اس دنیا میں موجود ہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"آہا... وہ رہی سرخ کار۔" محمود کے منہ سے نکلا۔

فاروق اور فرزانہ نے چونک کر سامنے دیکھا... دور بہت دور سرخ کار جاتی نظر آرہی تھی... سڑک بالکل خالی تھی... اس لیے پوری رفتار پر چلی جا رہی تھی ... اور ادھر ان کی کار بھی کم رفتار پر نہیں تھی۔

جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ محمود پوری کوشش کے باوجود درمیانی فاصلہ کم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا...اور شاید سرخ کار نے بھی کسی وجہ سے اپنی رفتار کسی حد تک کم کی تھی... اسی لیے وہ انہیں نظر آگئی تھی، ورنہ اس کے تو نظر آنے کے امکانات بھی نہیں تھے:

"کیا خیال ہے ... میں آؤں ڈرائیونگ سیٹ پر۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تمہارا مطلب ہے ... تم مجھ سے زیادہ تیز چلا لو گے۔" محمود نے نظریں بدستور سڑک پر جماتے ہوئے کہا۔

"نہیں! میں ایسا نہیں سمجھتا... میں نے تو بس یہ بات اس لیے کہی ہے کہ کہیں تم گھبرا نہ رہے ہو۔"

"گھبراتی ہے میری جوتی۔"

"بھول رہے ہو ... جوتی فرزانہ کی جلتی ہے... گھبرانے کی جوتیوں کو کیا ضرورت۔" وہ ہنسا۔

"اب تم سے کون مغز مارے۔" محمود نے جل کر کہا۔

"فاروق! تم اس وقت محمود سے باتیں نہ کرو... خاموش رہو، اس طرح یہ پوری طرح ڈرائیونگ پر توجہ دے سکے گا۔"

"اچھی بات ہے... اب نہیں بولوں گا... بلکہ اب تو تم بھی بولنے

کے لیے کہو گی ... تب بھی نہیں بولوں گا ...'' فاروق نے منہ بنایا۔

'' اس میں جلنے بھننے کی تو کوئی بات نہیں ... میں نے تو یہ بات مصلحت کے تحت کی ہے ... اس طرح محمود کی پوری توجہ ڈرائیونگ کی طرف رہے گی ۔''

'' ٹھیک ہے ...'' فاروق نے مختصر جواب دیا اور ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لیے۔ اس طرح اس کا حلیہ بگڑ گیا ۔ اس پر فرزانہ کو ہنسی آ گئی... وہ بول اٹھی:

'' پورے کارٹون نظر آ رہے ہو ۔''

'' اب تم بولی ہو... میں نہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

'' بس ہو گئے تم دونوں چپ ۔'' محمود نے بھنا کر کہا... اور عین اس وقت انہوں نے سرخ کار کو ایک موڑ مڑتے دیکھا:

'' محمود ہوشیار... وہ موڑ مڑ گئی ہے...ایسا نہ ہو ... جب ہم موڑ مڑیں تو وہ نظر نہ آئے ۔''

'' فکر نہ کرو ۔''

اس نے کہا اور رفتار اور بڑھانے لگا... جلد ہی وہ اس موڑ تک پہنچ گئے ... محمود نے احتیاط سے رفتار کم کی اور موڑ مڑ گیا...دوسرے ہی لمحے ان تینوں کے منہ سے نکلا : '' ارے !''

انہوں نے دیکھا ... کار سڑک سے نیچے اتاری جا چکی تھی... اور ایک پرانے کھنڈر نما مکان کے سامنے کھڑی تھی... محمود نے کار آہستہ کرتے ہوئے عین اس کے پیچھے روک دی... اب وہ تینوں باہر نکلے... انہوں نے دیکھا، کار میں کوئی نہیں تھا ... کھنڈر کا دروازہ ٹوٹا ہوا تھا... کچھ دیواریں کھڑی تھیں ، کچھ گر چکی تھیں... وہ دروازہ عبور کر کے اندر چلے آئے... انہوں نے پورے کھنڈر کو اچھی طرح دیکھ ڈالا... لیکن جو شخص سرخ کار میں آیا تھا... اس کا کوئی نشان نظر نہ آیا:

'' خیر کوئی بات نہیں... انگلیوں کے نشانات تو ہم حاصل کر ہی سکتے ہیں... نواب فاضل بیگ کے تمام دوستوں کی انگلیوں کے نشانات ہم نے پہلے ہی لے لیے ہیں...ان نشانات سے ملا کر معلوم کر لیں گے... سرخ کار میں کون یہاں آیا ہے ۔''

'' بالکل ٹھیک ہے... لیکن سوال یہ ہے کہ یہ شخص اس قدر جلد غائب کیسے ہو گیا ۔'' فرزانہ بڑبڑائی۔

'' وہ جو اس کھنڈر کی طرف آیا ہے تو بلاوجہ تو آیا نہیں...یہاں کوئی ایسی جگہ ہو گی ... جس میں وہ چھپ گیا ہے ... یا کوئی ایسا راستہ ہو گا جس کے ذریعے وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ... میرا خیال ہے ... ہمیں یہاں سے صرف انگلیوں کے نشانات حاصل کر کے نہیں چلے جانا

چاہیے... انکل اکرام کو بلا لیتے ہیں ... اس کار کے بارے میں بھی تو معلومات حاصل کرنا ہوگی... اگر یہ نواب فاضل بیگ کے کسی دوست کی ثابت ہو جاتی ہے تو سمجھ لو وہی اس ساری سازش کا ذمے دار ہے ..."

"بالکل ٹھیک ہے ..."

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا ... آدھ گھنٹے بعد وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ پہنچ گیا ... انہوں نے کار سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لیے ۔ پھر پورے کھنڈر کی تلاشی لی ... کار میں آنے والے شخص کا اب بھی کوئی سراغ نہ ملا ...انہوں نے تلاشی کے دائرے کو وسیع کر کے بھی دیکھ لیا ... ماتحتوں نے دور دور تک کا جائزہ لے لیا... آخر وہ واپس لوٹ آئے اور اکرام کو بتانے لگے:

"جب پھر وہ شخص اس قدر جلد چلا کہاں گیا ۔" اکرام بولا ۔

"ہم کیا کہہ سکتے ہیں سر ۔"

"اس کا ایک جواب میری سمجھ میں آتا ہے انکل ۔" فرزانہ نے سوچ میں گم انداز میں کہا ۔

"کہو ۔"

"وہ یہاں کار روک کر فوراً سیدھا چلا گیا ... جب کہ ہم کھنڈر کو دیکھ کر یہاں رک گئے... آگے سڑک پر اس کے لیے ایک دوسری کار

موجود تھی... وہ اس میں بیٹھا اور چلا گیا:

"پھر بھی ہم کار کے نشانات سے یہ بات جان سکتے ہیں ... یعنی کیا ایسا ہی ہوا ہے ۔"

"بالکل ٹھیک ہے ۔"

اب وہ سڑک کے ساتھ ساتھ آگے چلنے لگے... کسی قدر فاصلے پر انہیں ٹائروں کے بالکل نئے نشانات نظر آگئے:

"ٹھیک ہے ... وہ یہاں سے دوسری کار میں بیٹھ کر گیا ہے ۔"

"مطلب یہ کہ ہم اس کا سراغ کھو چکے ہیں... انکل اس سرخ کار کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لیں اور انگلیوں کے نشانات بھی چیک کر لیں ۔"

"تم بے فکر ہو کر گھر جاؤ... میں بہت جلد بتاؤں گا... کار کس کی ہے ... یا کار میں بیٹھ کر کون فرار ہوا تھا... آؤ چلیں ۔"

اور وہ کھنڈر کی طرف چل پڑے :

"بہت خوب ! جونہی ہمیں یہ معلوم ہوگا... ہم مجرم کے نزدیک پہنچ جائیں گے ۔"

"لیکن ... جرم ہوا کیا ہے ۔"

"فی الحال صرف یہ کہ اس نامعلوم شخص نے ایک سو کے قریب

لوگوں کو بم سے اڑانے کا منصوبہ بنایا تھا... اور بم کے ریموٹ کنٹرولر پر کسی طرح نواب فاضل بیگ کے نشانات لے کر انہیں اس جرم میں الجھانے کی کوشش کی تھی ... مطلب یہ کہ اتنے سے جرم سے بھی اسے گرفتار کیا جاسکتا ہے ... اور پھر ہم اس سے پوچھ سکتے ہیں... اس نے ایسا کیوں کیا ،آخر وہ چاہتا کیا ہے ... کیا صرف اباجان کو بدنام کرنے کی سازش ہے ۔''

''اس وقت تک کے حالات اور واقعات صرف اسی بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ صرف انسپکٹر صاحب کو الجھانے کا چکر ہے ... پورے ملک میں انہیں بدنام کرنے کی سازش ہے ... بلکہ دیکھا جائے تو پوری دنیا میں بدنام کرنے کی سازش ہے ...''

''اس سے انہیں کیا ملے گا ... ۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''خیر ... آؤ اب چلیں ... یہاں اپنا کام انکل کر ہی لیں گے ۔''

وہ مڑنے لگے ہی تھے کہ اکرام کے ایک ماتحت کے منہ سے ایک چیخ نکلی گئی ۔ وہ ان سے کچھ فاصلے پر کھنڈر میں کھڑا تھا... غالباً وہ کھنڈر کا نئے سرے سے جائزہ لے رہا تھا اور ظاہر ہے ، اسے اس کام پر اکرام نے ہی لگایا ہوگا،اس کی چیخ کی آواز سنتے ہی وہ اس کی طرف دوڑ پڑے۔

انہوں نے دیکھا کھنڈر کی ایک دیوار میں سے خون ٹپک رہا تھا اور خون کا یہ ٹپکنا ابھی شروع ہوا تھا ... کیونکہ اس سے پہلے تو انہوں نے کھنڈر کا چپہ چپہ دیکھا تھا اور اس دیوار کے آس پاس بھی انہیں کچھ نظر نہیں آیا تھا ۔

انہوں نے ادھر ادھر دیکھا... لیکن یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ دیوار کے اندر سے خون کیوں رس رہا ہے :

''دیوار کے اوپر چھت موجود ہے ... اس چھت پر دیکھنا ہوگا ۔'' اکرام نے کہا ۔

جلد ہی اس کے تین ماتحتوں نے انسانی سیڑھی بنائی اور اکرام اس کے ذریعے چھت تک پہنچ گیا ... فوراً ہی اس کے منہ سے نکلا :

''اللہ اپنا رحم فرمائے... یہاں ایک لاش موجود ہے ۔''

''یا اللہ رحم ۔''

اسی لمحے اچانک دور سے کسی کے پکار کر کہنے کی آواز آئی.... کوئی بلند آواز میں کہہ رہا تھا :

''یہ یہاں کیا ہو رہا ہے ... آہا... یہاں تو بہت لوگ موجود ہیں... دیکھا جناب میں ٹھیک کہتا تھا نا... کہ اس کھنڈر میں کچھ جرائم پیشہ لوگ دیکھے گئے ہیں ... اور دیکھئے اتفاق سے یہ لوگ اس

وقت یہی موجود ہیں... اب تو آپ ان لوگوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ سکتے ہیں۔"

انہوں نے چونک کر آواز کی طرف دیکھا... سڑک کی طرف سے کچھ لوگ آتے نظر آئے... ان کے ساتھ ایک پولیس انسپکٹر اور چند کانسٹیبل بھی تھے:

"اب آئے گا مزہ۔" فاروق مسکرایا۔

"چلو شکر ہے... مزے کے آنے کے تو امکانات روشن ہو گئے۔" محمود بولا۔

"میرا مطلب ہے شکاری خود جال میں آ گئے... آخر ان سے بیوقوفی سرزد ہو گئی...اس وقت ان لوگوں کو سامنے آنے کی کیا ضرورت تھی بھلا... اب ظاہر ہے یہاں اس لاش کے ذمے دار یہی لوگ ہیں..."

"اس میں شک نہیں... خیر دیکھتے ہیں... یہ کہتے کیا ہیں۔" اکرام مسکرایا۔

"اور انکل! آپ تو ہمیں گھر بھیج رہے تھے۔"

"کوئی بات نہیں... کچھ دیر بعد بھیج دوں گا۔" اکرام نے ہنس کر کہا۔

اتنے میں وہ لوگ نزدیک آ گئے... ان میں جو پولیس انسپکٹر تھا... اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور پستول کا رخ ان کی طرف تھا... نزدیک آتے ہی اس نے کہا:

"خبردار! تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"ہمارا جرم۔"

"یہ ہمارے ساتھ اس کھنڈر کے مالک مسٹر جوزف ہیں... ان کا کہنا ہے... ان کے کھنڈر پر کچھ جرائم پیشہ لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے... یہ ہمیں یہی دکھانے کے لیے ساتھ لائے ہیں... اور ان کی بات درست ثابت ہو گئی ہے۔" انسپکٹر نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ کی تعریف؟" اکرام نے پوچھا۔

"مجھے انسپکٹر زوار شاہ کہتے ہیں... یہ علاقہ میری حد میں شامل ہے..." اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"خوب! ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے... یہ میرا کارڈ دیکھ لیں۔"

"کیا!!!"

اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکل گیا... پھر اس نے آگے بڑھ کر کارڈ دیکھا... اکرام کو اپنا کارڈ نیچے گرانا پڑا تھا... کیونکہ وہ

خود تو اس وقت چھت پر تھا:

" ٹھیک ہے ... آپ کا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے ... لیکن یہ کون ہیں اور آپ چھت پر کیوں کھڑے ہیں۔"

" یہ انسپکٹر جمشید کے بچے محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں... یہ لوگ نواب فاضل بیگ کی کوٹھی سے ایک مجرم کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں... مجرم کی کار سڑک پر موجود ہے... وہ دیکھیے ... وہ رہی۔" اکرام نے اشارہ کیا۔

انسپکٹر اور اس کے ساتھیوں نے مڑ کر سڑک کی طرف دیکھا ... سرخ کار وہاں موجود تھی:

" خیر... آپ چھت پر کیوں کھڑے ہیں۔"

" ہم اس کھنڈر کو دیکھ رہے تھے... کیونکہ سرخ کار میں فرار ہونے والا شخص اس کھنڈر میں آیا تھا ..."

" پھر وہ کہاں ہے ؟"

" شاید وہ اس چھت پر ہے ..."

" چھت پر... کیا مطلب ؟" وہ چونکا۔

" چھت پر ہونے کا مطلب ہے ... چھت پر ہونا۔" اکرام نے کہا۔

" یہ کیا بات ہوئی... کیا آپ مذاق کے موڈ میں ہیں۔"

" جی نہیں... یہاں واقعی وہ شخص موجود ہے... یقین نہیں تو آپ بھی اوپر آ کر دیکھ لیں۔"

" ضرور... کیوں نہیں۔"

اور پھر وہ بھی انسانی سیڑھی کے ذریعے اوپر پہنچ گیا ... ساتھ ہی اس نے چیخ کر کہا:

" یہ کیا ... لل... لاش ..."

" لاش ؟" نیچے کھڑے افراد چلا اٹھے:

☆☆☆☆☆

گھڑی

چند لمحے تک خاموشی طاری رہی ، پھر انسپکٹر زوار شاہ نے کہا :

" ارے آپ نے اسے مار دیا۔"

"آپ غلط سمجھے ! اسے ہم نے نہیں مارا..." اکرام نے منہ بنایا۔

" تب پھر؟" اس نے فوراً کہا۔

" ہم نے تو نیچے دیوار میں سے خون رستے دیکھا تھا، اس لیے مجھے اوپر آنا پڑا ۔ یہ کام کسی اور کا ہے ... محمود ، فاروق اور فرزانہ تم لوگ بھی اوپر آجاؤ... یہ تو تم ہی بتا سکتے ہو نا کہ یہ وہی شخص ہے جو فاضل بیگ کی کوٹھی سے فرار ہوا ہے یا کوئی اور ۔"

" لیکن ہم ! ہم کیسے آئیں۔"

" جیسے میں آیا ہوں۔"

"ہاں ہاں ! کیوں نہیں ۔"

اب وہ تینوں بھی اوپر آگئے... ایسے میں اکرام نے زوار شاہ سے

کہا: " آپ اپنے تھانے سے سیڑھی منگوا لیں... کیونکہ اب بار بار اترنا چڑھنا پڑے گا اور یہ اچھا نہیں لگتا کہ ہم دوسروں کے کندھوں پر سواری کرتے رہیں۔"

" ٹھیک ہے ۔" اس نے کہا اور ماتحتوں کو سیڑھی لانے کا اشارہ کیا ۔ ان میں سے دو گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے ۔

اب وہ لاش کی طرف متوجہ ہوئے :

" ہاں تو محمود ، فاروق اور فرزانہ ... کیا خیال ہے اس کے بارے میں ۔"

" لباس تو اس کے جسم پر وہی ہے ..."

" تب پھر یہ وہی ہوگا ... لیکن یہ اکیلا نہیں تھا..."

" ہاں بالکل ! نواب فاضل کی کوٹھی سے یہ اکیلا ہی بھاگا تھا۔ پھر اس نے کار پارک سے کار نکالی تھی اور بھاگ نکلا تھا ..."

" اس کا مطلب ہے ... کار میں ڈرائیور نہیں تھا ۔"

" یہ تو ہم نہیں دیکھ سکے ۔" محمود نے کہا ۔

انہوں نے دیکھا... ایک خنجر لاش کے عین دل کے مقام پر دھنسا ہوا تھا۔ خون اس کے چاروں طرف پھیل گیا تھا اور چھت کے ایک سوراخ کے ذریعے نیچے تک چلا گیا تھا... دیوار غالباً اندر سے کھوکھلی

ہو چکی تھی۔ لاش کے پاس کچھ چیزیں بکھری پڑی تھیں... ان چیزوں میں سے ایک چیز پر نظر پڑتے ہی محمود، فاروق اور فرزانہ بُری طرح اچھلے: "ارے باپ رے۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"کیا ہوا؟" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ... اس گھڑی کو دیکھیں ذرا۔" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

اکرام نے گھڑی پر نظریں جما دیں... لیکن وہ کچھ سمجھ نہ سکا:

"میں سمجھا نہیں... گھڑی کس کی ہے... یا اس میں کیا خاص بات ہے۔"

"یہ ابا جان کی ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"کیا!!!" مارے حیرت کے اکرام کے منہ سے نکلا، پھر اس نے کہا:

"لیکن میں نے تو ان کی کلائی پر یہ گھڑی کبھی نہیں دیکھی... ان کی کلائی پر تو ایک بہت خاص اور عجیب گھڑی ہوتی ہے۔"

"جی ہاں! وہ گھڑی اور ہے... یہ گھڑی ان کی جیب میں ہوتی ہے... کبھی ہم ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں... اور تلاش کا مسئلہ سامنے ہو تو اس گھڑی سے کام لیا جاتا ہے۔"

"وہ کیسے؟" زوار نے حیران ہو کر کہا۔

"اس کے ساتھ کی ایک گھڑی ہمارے پاس ہوتی ہے... دیکھیے۔" یہ کہہ کر محمود نے اپنی جیب سے بالکل ایسی ہی گھڑی نکال کر دکھائی دی۔

"یہ دونوں دراصل ایک ہی مخصوص فریکوئنسی کے ٹرانسمیٹر کے دو حصے ہیں... جب فاصلے پر ہوں تو سمت ظاہر کرتے ہیں کہ دوسرا حصہ کس طرف ہے۔"

"اوہ اچھا! تب تو یہ قتل آپ کے والد نے کیا ہے..."

"وہ بلاوجہ ایسا نہیں کر سکتے یہ ضرور ان کے خلاف سازش ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"یہ بات وہ عدالت میں ثابت کرتے رہیں گے... ہم تو اب انہیں گرفتار کریں گے۔" زوار نے کہا۔

"ضرور... کیوں نہیں..." فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اور جب تک وہ نہیں ملتے ہم آپ کو گرفتار کر کے حوالات میں رکھیں گے... جب وہ پیش ہو جائیں گے تو آپ کو چھوڑ دیں گے۔"

"تنگ نہ کریں بھائی... ہمیں کام کرنے دیں۔" محمود نے جل کر کہا۔

"یہ میرا علاقہ ہے... یہاں سارا کام میں کروں گا..."

"میں نے کہا نا... تنگ نہ کریں۔" محمود بولا۔

"ابھی سیڑھی آجاتی ہے... میرے ماتحت اوپر آکر آپ لوگوں کو گرفتار کریں گے... آپ کے والد قاتل ہیں۔"

"اگر آپ میں ہمت ہے... تو ہمیں گرفتار کرلیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"وہ تو خیر ہم کریں گے۔"

"اوہو... یہاں تو ان کا قلم بھی پڑا ہے... اوہ... اوہ۔" فرزانہ نے خوف کے عالم میں کہا۔

"واہ... تو یہ پین بھی ان کا ہے... اب تو بات پوری طرح واضح ہوگئی... واردات پر آپ کے والد کی دو چیزیں پڑی ہیں... قتل کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا۔"

"تنگ نہ کریں... پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا... یہ ہے کون ہے..."

"ہم سب کام کریں گے... فکر..."

زوار شاہ کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اس وقت پیچھے کچھ شور گونجا تھا... وہ چونک اٹھے... انہوں نے دیکھا... شور کرتے ہوئے بیس پچیس آدمی آرہے تھے... ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور بندوقیں تھیں... ان کی پیشانیوں پر بل پڑ گئے... ایسے میں فرزانہ نے کہا:

"انکل! ہم شاید کسی سازش کا شکار بننے والے ہیں... دفتر فون کر کے مدد بلا لیں اور اپنے ماتحتوں کو حکم دیں کہ وہ درختوں کی اوٹ لے کر پوزیشن لے لیں... آنے والے لوگوں کو دور ہی روک لیں۔"

"اچھی بات ہے..." اکرام نے کہا، پھر اپنے ماتحتوں کو مخاطب کر کے بولا: "تم لوگ فوراً درختوں کے پیچھے پوزیشن لے لو... یہ لوگ ہم پر حملہ کر سکتے ہیں..."

"وہ تو یہ کریں گے آخر آپ نے ان کے عزیز کو قتل کیا ہے۔" زوار شاہ نے بلند آواز میں کہا۔

"کیا مطلب... یہ آپ کہہ رہے ہیں، قانون کے محافظ ہو کر ایسی بات کہہ رہے ہیں۔"

"تو پھر مجھے کیسی بات کرنی چاہیے۔"

"ان لوگوں کو روکنے کی بات... اسی میں آپ کا فائدہ ہے۔" اکرام نے جھلا کر کہا۔

"آپ میرے نفع نقصان کی بات نہ کریں۔" زوار شاہ ہنسا۔

اس کی ہنسی نے انہیں اور زیادہ فکر مند کر دیا... ادھر زوار شاہ کسی کو فون کر رہا تھا... سلسلہ ملنے پر اس نے کہا:

"سر! یہاں کھنڈر میں ایک قتل ہو گیا ہے... قتل بہت با اثر لوگوں

نے کیا ہے، اس لیے آپ فوراً ہی آ گئیں... ورنہ یہ لوگ نہ جانے کیا کر گزریں۔"

دوسری طرف کا جواب سن کر اس نے موبائل بند کر دیا اور ان کی طرف مڑا!

" انکل... اب آپ بھی آئی جی صاحب کو فون کریں۔" فرزانہ نے کہا۔

" اوہ اچھا۔" اکرام نے کہا اور جیب سے موبائل نکالنے لگا۔

" جسے جی چاہے، فون کریں... کوئی پروا نہیں... یہ معاملہ ایک لاش کا ہے... اور ثبوت آپ لوگوں کے خلاف جا رہے ہیں... لہٰذا ہمیں کیا پروا ہو سکتی ہے۔" زوار شاہ نے کہا۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا... اب فی الحال وہ کوئی کارروائی بھی نہیں کر سکتے تھے... کیونکہ زوار شاہ اڑا کھڑا تھا اور وہ بلا وجہ کوئی جھگڑا نہیں کرنا چاہتے تھے... آخر سول پولیس کے ایک ڈی ایس پی صاحب آ پہنچے... اس سے پہلے کھنڈر کی دیوار سے سیڑھی لگائی جا چکی تھی... زوار شاہ نے ڈی ایس پی کو دیکھتے ہی کہا:

" سر! معاف کیجیے گا... آپ کو اوپر آنے کی زحمت کرنا پڑے گی۔"

" کوئی بات نہیں... ڈیوٹی ڈیوٹی ہے... اس کے دوران ہر کام کرنا پڑتا ہے۔"

اور پھر وہ اوپر آ گئے... لاش کو دیکھ کر انہوں نے حیرت زدہ انداز میں سیٹی بجائی... پھر بولے:

" ہاں تو زوار شاہ... کیا تفصیلات ہیں؟"

اس نے تفصیل سنائی دی۔ وہ سن کر ان کی طرف مڑے:

" آپ ہمیں اپنا کام کرنے دیں... یا پھر آپ محکمے سے لکھوا کر دے دیں کہ کیس کو آپ خود ٹیک اپ کریں گے... لیکن مشکل یہ ہے کہ اس میں تو آپ خود مجرم نظر آ رہے ہیں، لہٰذا بہتر یہی ہوگا کہ ہم تفتیش کریں اور آپ الگ رہیں۔"

" آئی جی صاحب آ رہے ہیں... وہ جو مناسب سمجھیں گے، حکم دے دیں گے... ہم ان کی ہدایات کے مطابق عمل کریں گے۔"

" یہ ٹھیک رہے گا۔"

جلد ہی آئی جی کی گاڑی آتی نظر آئی، پھر وہ بھی اوپر آ گئے، انہیں تفصیل سنائی گئی... آخر انہوں نے کہا:

" چونکہ یہاں انسپکٹر جمشید کی گھڑی ملی... اور ان کا پین بھی ملا ہے، اس لیے... مسٹر زوار شاہ اس کیس پر کام کریں گے... آپ

لوگ الگ رہیں۔"

"جی بہت بہتر۔"

اس کے بعد وہ نیچے اتر آئے... آئی جی بھی نیچے اتر آئے... جب وہ اپنی گاڑی کی طرف جا رہے تھے، اس وقت انہوں نے دبی آواز میں ان سے کہا:

"اگر ہم انہیں یہ موقع نہ دیں تو ٹی وی اور اخبارات عجیب و غریب شور مچا کر رکھ دیں گے ... جب کہ ایسا کرنے میں شور کم مچے گا ... اور تم لوگ الگ رہ کر اپنا کام کر سکو گے ... ویسے یہ کوئی گہری سازش ہے ... ادھر جمشید غائب ہے... اس سے کوئی رابطہ نہیں..."

"آپ فکر نہ کریں... ہم اپنا کام کریں گے ... انہیں اپنا کام کرنے دیں۔ رہ گئے ابا جان ...وہ بھی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر تو بیٹھے نہیں رہیں گے ... اس سازش کی تہہ تک پہنچنے کی پوری کوشش کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں ٹھیک ہے... اچھا میں چلتا ہوں... اکرام تم دفتر چلے جاؤ... یہ گھر چلے جاتے ہیں، زوار کو ضرورت ہوگی تو ان سے رابطہ کر لیں گے۔"

آئی جی صاحب اپنی جیپ میں چلے گئے تو وہ بھی اپنی گاڑی کی طرف بڑھے: "سوال یہ ہے کہ یہاں ابا جان کی گھڑی اور پین کہاں سے آ گئے۔"

"ابھی تک اس معاملے کا کوئی سر پیر نظر نہیں آسکا.. بہرحال ہم تیل دیکھیں گے اور تیل کی دھار دیکھیں گے۔ بہت جلد بلی تھیلے سے باہر آجائے گی انشاء اللہ۔"

پھر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گھر آ گئے... یہاں پروفیسر داؤد اور خان رحمان ان کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے... انہیں دیکھتے ہی پروفیسر بول پڑے: "اتنی دیر لگا دی... کیا وہ نکل گیا۔"

"جی ہاں! وہ بالکل ہی نکل گیا۔"

"یہ کیا بات ہوئی ... بالکل ہی نکل گیا۔"

"وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا... اور اس کے قتل کا الزام کل کے اخبارات میں ابا جان کے سر لگایا جائے گا۔"

"کیا مطلب؟" دونوں نے حیران ہو کہا۔

اس کے ساتھ ہی فرزانہ زور سے اچھلی۔ اس کے منہ سے نکلا:

"اوہ ... اوہ ... اوہ۔"

☆☆☆☆☆

ن... نہیں

"تین بار اوہ اوہ اوہ کہنے سے بہتر تھا، تم نے کہا ہوتا، اوہ ضرب تین، خیر بتاؤ کیا ہوا ہے۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"لگتا ہے ہماری عقلیں آج کے دن گھاس چرنے چلی گئی ہیں۔"

"خبردار فرزانہ... تم یہ بات صرف اپنی عقل کے بارے میں کہہ سکتی ہو... ہماری عقلوں کو نہ گھسیٹو... کیونکہ ہمارے درمیان پروفیسر انکل اور انکل خان رحمان بھی موجود ہیں۔"

"سس سوری! واقعی یہ بات میں صرف اپنی عقل کے بارے میں کہہ سکتی ہوں... خیر میں اپنا جملہ تبدیل کر لیتی ہوں اور یہ کہتی ہوں... لگتا ہے... آج میری عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے۔"

"شکریہ فرزانہ... ہمیں تمہاری بات سے سو فیصد اتفاق ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"بھئی پہلے اس سے پوچھ تو لو وہ یہ بات کہہ کیوں رہی ہے۔"

پروفیسر اور خان رحمان مسکرائے۔

"جی بہتر! چلو فرزانہ بتاؤ تم نے یہ تین اوہ کس خوشی میں کہے۔"

"ہم میک اپ والے شخص کا تعاقب کرتے ہوئے اس کھنڈر تک گئے تھے... ٹھیک؟"

"بالکل ٹھیک۔" انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

"وہاں ہم نے کھنڈر کی اچھی طرح تلاشی لی... وہ آدمی کہیں نظر نہ آیا... آخر ہم نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ سڑک کے ساتھ ساتھ کچھ دور پیدل گیا، وہاں ایک اور کار اس کے لیے تیار کھڑی تھی... بس وہ اس میں بیٹھا اور چلتا بنا... لیکن ہمارا یہ خیال اس وقت غلط ثابت ہوگیا جب ہم نے دیوار سے خون رستے دیکھا... آخر ہم اوپر پہنچے تو وہ اس میک اپ والے شخص کی لاش پڑی تھی۔کوئی اسے قتل کر کے وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ لاش کے چہرے پر میک اپ تھا، لیکن ابا جان والا میک اپ نہیں تھا... تاہم لباس سے ہم نے جان لیا کہ یہ وہی ہے جس کا تعاقب کرتے ہوئے ہم آئے ہیں... پھر وہاں اس علاقے کے پولیس اسٹیشن سے پولیس بھی آگئی... اور اب وہاں کارروائی مکمل ہو رہی ہے..." یہاں تک کہہ کر فرزانہ خاموش ہوگئی۔

"ہاں تو پھر! آگے بھی کہو نا... رک کیوں گئیں... ابھی تم نے یہ تو

بتایا ہی نہیں کہ تم اچھلی کیوں۔"

" ہم چھت پر چڑھے تھے... پولیس انسپکٹر زوار شاہ بھی ہماری طرح انسانی سیڑھی کے ذریعے چڑھا تھا... تعاقب کرتے ہوئے ہم کچھ زیادہ دیر بعد وہاں نہیں پہنچے تھے... لیکن اتنی سی دیر میں آخر اسے کس طرح قتل کر دیا گیا... وہ چھت پر کیسے چڑھ گیا... قاتل چھت پر کیسے جا چڑھا، یہ تو صاف ظاہر ہے... قاتل پہلے ہی چڑھ گیا تھا... اور مقتول بعد میں، قاتل قتل کر کے بھاگ نکلا... لیکن میرا سوال یہ ہے کہ وہ دونوں چھت پر کیسے پہنچ گئے..." ۔ یہاں تک کہہ کر فرزانہ خاموش ہوگئی... اب تو باقی لوگ بری طرح چکرا گئے... کیونکہ اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا... آخر محمود نے اچھل کر کہا:

" اُف... فرزانہ بالکل ٹھیک کہہ رہی تھی۔"

" فرزانہ بالکل ٹھیک کہہ رہی تھی... لیکن کیا؟"

" یہی کہ ہماری عقلیں آج گھاس چرنے چلی گئی ہیں۔"

" لو... اب خود بھی وہی بات کہہ گئے... جس کے کہنے سے فرزانہ کو روک رہے تھے۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

" میں کہتا ہوں آؤ... ورنہ ہمیں دیر ہو جائے گی۔"

یہ کہتے ہی محمود نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی:

" ارے ارے بھائی... بتا تو دو... کہاں جا رہے ہو۔"

" کھنڈر اور کہاں۔" وہ چلایا۔

اس کے بعد وہ آندھی اور طوفان کی طرح خان رحمان کی بڑی گاڑی میں سوار ہو گئے اور کھنڈر کی طرف روانہ ہو گئے:

" آخر کیا بات ذہن میں آئی ہے... جو اتنے پرجوش نظر آ رہے ہو۔" خان رحمان نے پوچھا۔

" ہم وہاں جا کر یہ دیکھیں گے کہ مقتول اوپر کیسے پہنچا... قاتل کیسے چڑھا، قاتل فرار کیسے ہوا... اس نقطہ نظر کے تحت تو ہم نے وہاں غور کیا ہی نہیں تھا... اب کریں گے۔"

" بالکل ٹھیک... میرا خیال ہے... ہماری تفتیش درست سمت جا رہی ہے۔"

اور پھر وہ کھنڈر پہنچ گئے... انسپکٹر زوار شاہ لاش لے جا چکا تھا... اب وہاں صرف کانسٹیبل موجود تھے۔ جونہی ان کی گاڑی وہاں رکی... دونوں نزدیک آگئے... ان میں سے ایک نے کہا:

" آپ کیس کی تفتیش میں گڑبڑ نہیں کر سکتے... اس کیس کی مکمل تفتیش ہمارے انسپکٹر صاحب کریں گے... کیونکہ انسپکٹر جمشید صاحب اس کیس میں ملزم کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"بات معقول ہے۔" فرزانہ نے سر ہلایا۔

"بس تو پھر آپ یہیں سے واپس چلے جائیں۔"

"دیکھیے یہاں سے لاش لے جائی جا چکی ہے... لاش کے یہاں موجود ہونے تک کیس کی تفتیش کے سلسلے میں ہمیں روکا جا سکتا تھا... اب نہیں... ہم اپنے طور پر کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا آپ ہمیں نہ روکیں... ضرورت محسوس کریں تو اپنے انسپکٹر صاحب سے پوچھ لیں۔"

"انہوں نے پہلے ہی ہدایات دے دی تھیں... لہٰذا ہمیں پوچھنے کی ضرورت نہیں، ہمارے پوچھنے پر وہ ناراض ہوں گے۔"

"اچھی بات ہے... ہم اپنی کوشش کر لیتے ہیں۔"

"ضرور کیوں۔" ایک نے طنزیہ انداز میں کہا۔

اب محمود نے آئی جی صاحب کے نمبر ڈائل کیے... انہیں صورت حال بتائی... لیکن یہ بات نہیں بتائی کہ اب وہ یہاں کس خیال کے تحت آئے ہیں۔ بس یہ کہا کہ اب وہ اپنے طور پر تفتیش شروع کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ لاش لے جائی جا چکی ہے... دوسری طرف سے آئی جی صاحب نے کہا:

"ٹھیک ہے... میں انسپکٹر زوار شاہ سے کہہ دیتا ہوں... لاش کے

اٹھائے جانے کے بعد تو خیر تم وہاں اپنا کام کر سکتے ہو۔"

انہوں نے فون بند کر دیا... جلد ہی ایک کانسٹیبل کے موبائل کی گھنٹی بجی، اس نے فون سنا اور ان سے کہا:

"آپ جو چاہیں... یہاں کر سکتے ہیں... کوئی اعتراض نہیں۔"

"شکریہ جناب!"

انہوں نے اس دیوار اور چھت کا جائزہ لیا... اوپر چڑھنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ انسپکٹر زوار شاہ نے جو سیڑھی منگائی تھی... وہ واپس بھیجی جا چکی تھی۔ انہوں نے اس دیوار کا بغور جائزہ لیا... دوسری اور تیسری دیوار کا بھی جائزہ لیا، چھت تین دیواروں پر کھڑی تھی... دروازے والی دیوار تمام گر چکی تھی اور دروازے کا بھی کوئی نام ونشان نہیں تھا... دیوار کے نیچے زمین کا جائزہ لیا... اس جگہ زمین نرم تھی اور اس پر سیڑھی کے دو ڈنڈوں کے نشانات موجود تھے۔ یہ دونوں نشانات بالکل واضح تھے اور ان دو کے علاوہ کوئی اور نشانات نہیں تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا... ایک سے زیادہ بار اگر لگائی جاتی تو زمین پر دو یا چار اور نشانات بن سکتے تھے۔ دیوار پر بھی سیڑھی ٹکائے جانے کے دو ہی نشانات نظر آئے، گویا اس طرف سیڑھی ایک بار ہی لگائی گئی تھی۔

اب انہوں نے پچھلی دیوار کا رخ کیا... انہوں نے دیکھا زمین پر

دو نشانات موجود تھے... دیوار پر بھی نشان نظر آئے:

" لو بھئی ... اس سوال کا جواب تو خیر مل گیا... اس طرف بھی سیڑھی لگائی گئی تھی ... اور مقتول اسی طرف سے اوپر گیا تھا...اور قاتل پہلے ہی اوپر موجود تھا ... جب مقتول دوڑتا ہوا سڑک سے اس کھنڈر تک پہنچا تو قاتل نے اسے آواز دی ... اس طرف سیڑھی لگی ہوئی ہے ... اوپر چلے آؤ... ظاہر ہے مقتول قاتل کو جانتا تھا ...اور وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا ساتھی تو اسے قتل کر دے گا ... لہٰذا وہ بے دھڑک اوپر پہنچ گیا ... اور پہلے سے وہاں موجود قاتل نے خنجر اس کے جسم میں اتار دیا... اس کے بعد وہ سیڑھی کے ذریعے نیچے اترا اور سیڑھی اٹھا کر چلتا بنا۔"

" لیکن کہاں ..." خان رحمان بولے۔

" یہ تو انکل اب ہم دیکھیں گے ..."

" یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے ۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

" ان سوالات میں بس یہی بات بری ہے ... خیر اب آپ بتائیں... وہ سوال کیا ہے ۔" فاروق نے منہ بنایا۔

" قاتل کو چھت پر یہ کام کرنے کی کیا ضرورت تھی... وہ اپنا کام نیچے بھی تو کرسکتا تھا ..."

" ہمیں بلاوجہ الجھانے کے سوا اور کیا مقصد ہوسکتا ہے ان کا ... اس کیس میں مجرم لوگ بس یہی تو ایک کام کر رہے ہیں ... بس ہمیں الجھائے چلے جا رہے ہیں ۔آپ خود غور کریں ۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"فاروق کی یہ بات تو خیر سو فیصد درست ہے ۔" فرزانہ نے سر ہلایا۔

" اس کا مطلب ہے... میری باقی باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی سو فیصد درست نہیں ہے ۔" فاروق نے اسے گھورا۔

" تو یہ ہے تم سے... بات کہاں کی کہاں لے جاتے ہو ۔"

" اب چلیے ... ذرا سیڑھی والے قاتل کی طرف چلتے ہیں ۔" محمود نے جلدی سے کہا ۔

" کک... کیا کہا ... سیڑھی والا قاتل ...ارے باپ رے ۔" فاروق گھبرا گیا ۔

" کیوں... کیوں ... کیا ہوا ..." پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

" میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے ۔"

" دھت تیرے کی ۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

اب انہوں نے قدموں کے نشانات کی تلاش شروع کی۔ جلد ہی نشانات نظر آ گئے... وہ ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے... ایسے میں پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا:

"کہیں یہ ہمارے خلاف کوئی چال نہ ہو۔"

"پروا نہ کریں انکل... ہم اس چال کے خلاف چال بن دیں گے۔" فاروق نے پرجوش انداز میں کہا۔

"یہ کیا... تم پر اتنا جوش کیوں سوار ہو گیا۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"پوچھ کر بتاؤں گا۔"

"کس سے پوچھ کر بتاؤ گے۔" خان رحمان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جی... جوش سے اور کس سے۔"

"اوہ اچھا... ہائیں... کیا کہا... جوش سے۔" خان رحمان نے چونک کر کہا۔

"چھوڑیں انکل... آپ بھی کس سے مغز مارنے لگے۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"جل گئی بے چاری۔"

"جلتی ہے میری جوتی۔"

"آہا... ایک آدمی کے جوتوں کے نشانات صاف نظر آ رہے ہیں... گویا وہ اکیلا تھا... اور سیڑھی اٹھا کر اس طرف گیا ہے۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے... ہمیں اس طرف ایسے نہیں جانا چاہیے... ہمیں اس طرف ایسے نہیں جانا چاہیے... اکرام کو بلا لیتے ہیں..." خان رحمان بولے، ان کے چہرے کا رنگ اڑتا جا رہا تھا۔

"خیر تو ہے انکل... آپ اتنا ڈرنے کب سے لگ گئے۔"

"آج سے اور ابھی سے... نہ جانے کیا بات ہے... مجھ پر خوف بار بار حملہ کر رہا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں انکل... ہم نبٹ لیں گے۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"نبٹ لیں گے... لیکن کس سے؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"جی خوف سے اور کس سے۔"

"ہے کوئی تک۔" فرزانہ نے بھنا کر کہا۔

"وہ تو خیر تمہیں میری باتوں پر کبھی بھی نظر نہیں آتی۔"

"کون نہیں آتی۔" پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"جی تک..."

"اوہ اچھا تک... یار خان رحمان ... جو ہوگا ... دیکھا جائے گا۔" پروفیسر بولے۔

"اوہو میں سمجھ گیا ..." خان رحمان چونک کر بولے۔

"اللہ کا شکر ہے ... آپ سمجھ گئے ... اب ذرا یہ بھی بتا دیں.... کیا سمجھ گئے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ کہ خوف مجھ پر بار بار کیوں حملہ کر رہا ہے۔"

"ہاں تو بتا دیں پھر۔"

"جمشید ساتھ نہیں ہے... اس لیے... اور دوسری بات ... وہ اس وقت روپوش ہے ... سامنے بھی نہیں آسکتا۔"

"لیکن انکل ... مجبوری ہے... یہ قدموں کے نشانات ہمیں آگے بڑھنے پر مجبور کر رہے ہیں۔"

"کم بخت کہیں کے۔" خان رحمان نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کون ... کسے کم بخت کہا آپ نے۔"

"قدموں کے نشانات کو جو ہمیں آگے لے جا رہے ہیں۔"

"لو بھئی! اب قدموں کے نشانات بھی کم بخت ہونے لگے۔" فاروق ہنسا۔

"بھائی میرے ... ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہوسکتا۔"

محمود مسکرایا۔

"توبہ ہے تم دونوں سے۔" فرزانہ نے دور خلا میں تکتے ہوئے کہا... پھر اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... اس نے سرسراتی آواز میں کہا:

"خان رحمان انکل کا خوف سچا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے ... ہم جھوٹے ہیں... ہائیں... کیا کہا تم نے... خوف سچا تھا کیا ... مطلب؟"

"سامنے دیکھو... خود بخود سمجھ میں آجائے گا۔" فرزانہ کی آواز میں خوف تھا۔

انہوں نے سامنے دیکھا اور پھر مارے خوف کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں... ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"نن... نہیں۔"

☆☆☆☆☆

اس لیے

کافی دور ایک چبوترا نظر آرہا تھا ... اس چبوترے پر انسپکٹر جمشید کھڑے تھے اور ان کے گلے میں رسی کا پھندہ تھا... رسی کا دوسرا سرا اوپر ایک درخت کی شاخ سے باندھا گیا تھا... انسپکٹر جمشید کے دونوں پاؤں چبوترے پر رکھی لکڑی کی ایک چوکی پر تھے، اب اگر چوکی ان کے پیروں کے نیچے سے نکال دی جاتی تو وہ اس رسی سے جھول جاتے اور گلے میں ڈالا گیا پھندا کس جاتا ... یہ منظر گویا ان کے پھانسی دیے جانے کی تیاری مکمل ہونے کا تھا۔

اب بھلا وہ کیسے رکے رہ سکتے تھے... وہ بے تحاشہ بھاگ کھڑے ہوئے... اور پھر چبوترے کے نزدیک پہنچتے ہی کسی نرم ملائم چیز سے جا لگے... وہ نرم ملائم چیز ان پر گری اور وہ اس میں الجھ کر رہ گئے... اس وقت انہوں نے دیکھا ... وہ ایک جال تھا... بالکل باریک دھاگوں کا بنا ہوا جال ... اب انسپکٹر جمشید ان سے صرف چند گز کے فاصلے پر

تھے... ایسے میں ایک آواز ابھری:

"میں نے کہا تھا نا انسپکٹر جمشید ... یہ اندھا دھند آئیں گے اور جال میں پھنس جائیں گے۔"

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا ... انہوں نے گھبرا کر ان کی طرف دیکھا... اس وقت انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہیں... اور وہ اس رسی کے سہارے جھول رہے ہیں...رسی گلے میں نہ ہوتی تو وہ گر پڑتے... وہ بڑی طرح بے چین ہو گئے... انہوں نے سوچا، یہ باریک دھاگوں کا بنا ہوا جال توڑ دینا کیا مشکل ہے ...بس انہوں نے ہاتھ چلائے... لیکن یہ دیکھ کر ان کی سٹی گم ہو گئی کہ وہ اس جال کا ایک دھاگا بھی نہیں توڑ سکے تھے... نہ وہ کھینچ کر لمبا ہوا تھا... گویا اس میں سوراخ کرنا بھی ان کے لیے ممکن نہیں تھا:

"میں نے کہا تھا نا... یہ میرے جال میں پھنس کر رہیں گے... اب دیکھ لو... یہاں کوئی نہیں ہے... اور ادھر کوئی آئے گا بھی نہیں...اس لیے کہ۔" آواز کہتے کہتے رک گئی۔

"اس لیے کہ کیا؟"

"اس لیے کا مطلب نہیں بتایا جاسکتا۔"

"اوہ... تو پھر کس کا مطلب بتایا جاسکتا ہے۔"

" اس سارے پروگرام کا۔"

" واہ... یہی تو ہم چاہتے ہیں... کہ اس سارے پروگرام کا مطلب سمجھ میں آجائے۔"

" کل کا سورج انسپکٹر جمشید کو ایک بھیانک مجرم کے روپ میں دیکھے گا... ہر اخبار اور ہر ٹی وی چینل پر یہ خبریں نشر ہوں گی۔"

" کیا..."

" تمہیں سنائی جائیں گی... انسپکٹر جمشید بھی سنیں گے... اس مورتی کو اتار لو بھئی۔" [illegible]

" کیا کہا... مورتی... تت... تو یہ ہمارے ابا جان نہیں ہیں۔"

" نہیں... یہ صرف لکڑی کی مورتی ہے... لیکن کاری گری دیکھو... بالکل زندہ سلامت انسان نظر آرہی ہے۔"

" حیرت ہے... کمال ہے... تت... تو پھر... ہمارے ابا جان کہاں ہیں؟"

" میرے قبضے میں۔"

" اور تم کون ہو۔"

" میری آواز پر غور کرو... تم لوگ تو بہت ذہین ہو... اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہو... اندھیرے میں نشانہ لے سکتے ہو...

پھر اب کیا ہوگیا... میری آواز نہیں پہچان سکے۔"

" تم... کیا تم آواز بدل کر بول رہے ہو؟" فرزانہ نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

" ہاں! یہی بات ہے... اصل آواز تو خیر تم فوراً پہچان لیتے۔"

" ہمیں غور کرنے کی مہلت دو۔"

" مہلت ہی مہلت ہے... تمہیں یہاں سے مہمان خانے لے جایا جائے گا... پھر سوچتے رہنا۔"

" اور یہ کھنڈر کا کیا چکر ہے۔"

" کھنڈر تو تم لوگوں کو پھانسنے کے لیے تھا۔"

" اس کام کے لیے... ایک انسان کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔"

" اس کے لیے سزا پہلے تجویز کی جا چکی تھی... کیونکہ وہ انسپکٹر جمشید کی نظروں میں آگیا تھا... اور مجھے ایسے لوگ اچھے نہیں لگے... جو خود کو انسپکٹر جمشید کی نظروں میں آنے سے بچا نہ سکیں۔"

" تم ہو کون؟"

" یہ تم خود سوچو۔"

اور پھر اس کی آواز بند ہوگئی:

" اللہ کا شکر ہے... اس چبوترے پر ابا جان موجود نہیں ہیں۔"

"لیکن مجھے حیرت ہے ... اس شخص پر جس نے بالکل انسپکٹر جمشید جیسا لکڑی کا چہرہ بنادیا ... آخر انہیں اتنا لمبا چوڑا کام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہمیں تو یہ ویسے بھی پکڑ سکتے تھے ... بس ایک پیغام کافی ہوتا... یہ کہ انسپکٹر جمشید میرے قبضے میں ہیں... انہیں چھڑانے کی کوشش کرنا چاہو تو فلاں جگہ آجاؤ... یہ پیغام سن کر بھی تو ہم یہاں آجاتے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوسکتا ہے ... لکڑی کا پتلا بنانے سے ہمارے نا معلوم مجرم کا کوئی اور مقصد ہو۔"

☆☆☆
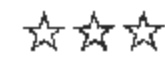
جلد ہی وہ جال سمیت ایک کمرے کے فرش پر پڑے تھے... تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں ایک چھوٹا سا دروازہ کھلا اور ایک سیاہ پوش اندر آگیا... اس کے دائیں بائیں چار خوفناک قسم کے لوگ موجود تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول نما عجیب وغریب ہتھیار تھے، جونہی وہ کمرے میں داخل ہوا، کمرے کی ایک دیوار روشن ہوگئی... اور اس پر ایک ہال کا منظر نظر آنے لگا... ہال کے درمیان میں ایک لمبوتری میز موجود تھی... اس کے گرد بارہ آدمی بیٹھے تھے:

"شاگل!" سیاہ پوش کے منہ سے نکلا۔

ان بارہ میں سے ایک فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور ادب سے بولا:

"یس سر!"

"کل کے اخبارات کی کیا خبریں؟"

"یس سر! کل تمام اخبارات انسپکٹر جمشید کی خبروں سے بھرے ہوں گے... یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ کھنڈر کی چھت پر ملنے والی لاش کا قاتل انسپکٹر جمشید ہے... کیونکہ لاش کے آس پاس سے انسپکٹر جمشید کے استعمال میں رہنے والی کئی چیزیں مل چکی ہیں... پھر چھت پر انسپکٹر جمشید کھڑا ہوا بھی نظر آرہا ہے... انسپکٹر زوار شاہ نے یہ تصاویر خود لی ہیں... زوار شاہ عین اسی وقت وہاں پہنچا تھا.. اس نے اپنے موبائل فون کے کیمرے سے تصاویر لے لی تھیں... یہ تصاویر بھی ثبوت ہیں... انسپکٹر جمشید کے قاتل ہونے کا۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس قتل کے منظر کی تفصیلی وڈیو فلم بھی موجود ہے جو ضرورت پڑنے پر اس انسپکٹر جمشید کے معاملے کی تحقیقات کرنے والے ٹریبونل اور پھر عدالت میں ثبوت کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔"

"اور ان کے بچوں کے متعلق کیا رپورٹ میڈیا اور عدالت کو دی جائے گی۔"

"یہی کہ وہ غائب ہیں... انہیں ہر طرف تلاش کیا جا رہا ہے..."

کیونکہ وہ بھی ان کے ساتھ تھے... انسپکٹر زوہا شاہ نے خود انہیں بھی چھت پر دیکھا تھا... بلکہ پروفیسر داؤد اور خان رحمان بھی ان کے ساتھ تھے۔"

یہ سن کر وہ دھک سے رہ گئے، گویا مجرموں کا پلان ان سب کو قید میں رکھنے یا پھر مار ڈالنے کا تھا۔ اور اس طرح میڈیا اور شہریوں میں یہ تاثر دینے کا کہ سزا سے بچنے کیلئے یہ سب روپوش ہیں۔

"تو سارا منظر دکھاؤ نا جو تم نے ریکارڈ کیا ہے۔" سیاہ پوش بولا۔

"جی ضرور... کیوں نہیں۔"

اور پھر دیوار پر ان کے سامنے فلم چلنے لگی... سب سے پہلے مقتول چھت پر چڑھتا نظر آیا... اور پہلے سے وہاں انتظار میں بیٹھے انسپکٹر جمشید نے مقتول کو خنجر مار دیا... پھر انسپکٹر جمشید وہاں سے فرار ہوگئے اور اس کے چند لمحوں بعد محمود، فاروق، فرزانہ چڑھتے دکھائی دیے۔ حیرت انگیز طور پر وڈیو فلم میں اکرام اور دیگر پولیس والے نظر نہیں آ رہے تھے۔ اور ان تینوں کو بھی انسانی سیڑھی کے بجائے اس سیڑھی سے چڑھتے دکھایا گیا تھا جو پولیس والے لائے تھے۔

"اور وجہ... اخبارات کیا لکھیں گے۔"

"وجہ تو انسپکٹر جمشید ہی بتائے گا... اور پولیس ان سب کو

ہر طرف تلاش کر رہی ہے۔"

"لیکن جناب! نواب فاضل بیگ کی کوٹھی میں بم والا معاملہ کہاں جائے گا۔" فرزانہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ کوئی مسئلہ نہیں... انسپکٹر جمشید ہی نواب فاضل بیگ کے گھر میں بم دھماکا کرنا چاہتا تھا... لیکن ان کے بچوں کو ان کا پروگرام معلوم نہیں تھا... اس لیے رکاوٹ پڑ گئی... ورنہ وہاں دھماکا ہوتا۔"

"اور مقتول ہے کون... کیونکہ لاش تو پولیس کے قبضے میں ہے... وہ پتا چلا ہی لے گی۔"

"ہاں! کیوں نہیں... جب پولیس پتا چلائے گی تو انسپکٹر جمشید کے جرائم میں اور اضافہ ہو جائے گا... مقتول انسپکٹر جمشید کا ایک ماتحت ہے... وہ ماتحت جو دراصل انسپکٹر جمشید کے بہت سے جرائم سے پردہ اٹھانا چاہتا تھا۔"

"کیا کہا... ماتحت!"

"ہاں! اس کا نام رفیق باجوہ ہے... انسپکٹر جمشید نے اسے چند دن پہلے ہی اپنے گھر بلایا تھا اور اس سے ان گنت سوالات کر کے وضاحت طلب کی تھی... وہ معلوم کر چکے تھے کہ رفیق باجوہ سرکاری راز شارجستان کے ایک خفیہ ایجنٹ کو فراہم کرتا ہے... محکمے کے بہت

سے افسران اس بات کی گواہی دیں گے۔"

"اُف خدا! یہ تو بہت لمبا چوڑا پروگرام ہے۔"

"ہاں! اگر اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا تو کل کے اخبارات تمہیں پڑھنے کے لیے دیے جائیں گے... اور اس کے بعد۔"

"اور اس کے بعد کیا۔"

"اس کے بعد کا پروگرام مزید دلکش ہوگا۔" اس نے ہنس کر کہا۔

یہ کہتے ہی وہ مڑا اور اپنے ساتھیوں سمیت کمرے سے باہر نکل گیا۔ اپنے پیچھے وہ کمرے کا دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔ وہ اسی طرح اس جال میں لپٹے کمرے کے فرش پر پڑے رہ گئے۔

اب انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر پروفیسر داؤد بولے: "ان لوگوں کا پروگرام بہت خوفناک ہے... یہ ہم سب کے آج تک کے کیے کرائے پر پانی پھیرنے کا منصوبہ ہے۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک نتیجہ نکالا..." فرزانہ نے فوراً کہا۔

"اور ہم بے بس ہیں... کچھ کرنے کے قابل نہیں۔"

"اللہ مالک ہے... پہلے بھی ان گنت دفعہ ایسا ہو چکا ہے۔"

"لیکن یہ شخص ہے کون جو اس طرح ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے۔"

"ابھی تک اس کا اصل چہرہ ہمارے سامنے نہیں آیا... لیکن بہرحال آئے گا... اس وقت پتا چل جائے گا... کیوں جناب! آپ کون ہیں۔"

☆☆☆

وہ رات انہوں نے اسی حالت میں بسر کی... انہیں کھانے پینے کو بھی کچھ نہ دیا گیا... محمود، فاروق اور فرزانہ کو اپنی کوئی فکر نہیں تھی... وہ پروفیسر صاحب اور خان رحمان کے لیے فکر مند تھے... انہیں مجرموں پر سخت غصہ آ رہا تھا... لیکن وہ کر بھی کیا سکتے تھے... پھر صبح ہوگئی اور اس کمرے میں بہت سے اخبارات دروازہ کھول کر اندر پھینک دیے گئے، انہوں نے ان اخبارات کو بھی جال کے اندر رہ کر پڑھا... ان اخبارات میں ہر طرف انہی کی خبریں تھیں... میڈیا کی طرف سے انسپکٹر جمشید مکمل قاتل ثابت کر دیے گئے تھے... ساتھ ہی ان کے بارے میں یہ خبر تھی کہ وہ جرم کر کے روپوش ہو گئے ہیں... یہی نہیں، ان کے تینوں بچے اور دونوں مشہور و معروف دوست بھی ان کے ساتھ غائب ہیں... بہت دیر تک وہ ان اخبارات کا مطالعہ کرتے رہے... پھر اچانک دروازہ کھلا... اور ایک سیاہ لباس والا اندر آیا... اس کا پورا جسم چھپا ہوا تھا... آنکھوں کے آگے بھی جالی تھی... اس کے ہاتھ میں ایک قینچی تھی... لیکن

یہ قینچی عام نہیں تھی... نیل کٹر قسم کی تھی... اس نے آتے ہی کہا: "تم لوگوں کو رہائی مبارک ہو۔"

"کیا کہا... رہائی مبارک ہو۔" فاروق کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"ہاں رہائی مبارک! باس نے پروگرام بدل دیا ہے... تم جا سکتے ہو... جا کر اپنی صفائی پیش کرو... یا خود کو قانون کے حوالے کر کے مقدمے کا سامنا کرو۔ باس کو اب اس معاملے سے کوئی غرض نہیں... اس لیے کہ۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اس لیے کہ کیا؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا... کٹر ان کی طرف اچھال کر کمرے سے نکل گیا۔ خان رحمان فوراً کٹر کی طرف جھپٹے... کٹر ہاتھ میں لے کر انہوں نے اس جال کو کاٹ ڈالنے کی کوشش کی... کافی زور لگانے کے بعد وہ بالکل ذرا سا جال کاٹنے میں کامیاب ہو سکے:

"حیرت ہے... کمال ہے... آخر یہ کس چیز کا بنا ہوا ہے۔" خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

"یہ تو پروفیسر انکل ہی بتا سکتے ہیں۔"

"ارے باپ رے! یہ لوگ ہمیں تو رہا کر رہے ہیں لیکن ابا جان... ان کا کیا ہوگا۔" فرزانہ بوکھلا کر بولی۔

"وہ بھی اسی عمارت کے کسی کمرے میں ہوں گے... فکر نہ کرو۔" خان رحمان مسکرائے۔

اور پھر وہ جال پر زور لگاتے رہے... یہاں تک کہ ایک گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد وہ جال میں اتنا بڑا سوراخ کرنے میں کامیاب ہو سکے کہ جس سے ایک آدمی باہر نکل سکتا تھا... اس طرح وہ باری باری باہر آ گئے... کمرے سے نکلے تو انہوں نے دیکھا، انہیں قید رکھنے والوں میں سے وہاں کوئی نہیں تھا:

"یہ کیا! یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔" فرزانہ بولی۔

"اس کا مطلب ہے... ہم پوری طرح آزاد ہیں... ابا جان بھی اسی عمارت میں کہیں ہوں گے۔"

عمارت میں سات کمرے تھے... ایک کمرے میں انہیں انسپکٹر جمشید مل گئے... وہ مکمل طور پر بے ہوش تھے... پروفیسر داؤد نے انہیں کوئی دوا سنگھائی تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں... ان کے چہروں پر نظر پڑتے ہی وہ مسکرا دیے اور پھر کمزور آواز میں بولے:

"مجھے امید تھی... آپ لوگ بھی آ جائیں گے... مجھے بہت بھوک لگی ہے... ان لوگوں نے شاید تین دن سے کھانے کو کچھ نہیں دیا۔"

"اوہ۔" وہ دھک سے رہ گئے... کھانے کو تو ان کے پاس بھی

کچھ نہیں تھا... اب انہوں نے اس عمارت میں کھانے کی کوئی چیز تلاش کرنے کی کوشش کی ، لیکن کچھ نہ ملا :

" آپ ان کے پاس ٹھہریں... ہم کچھ لے کر آتے ہیں۔" محمود نے کہا اور پھر فاروق اور فرزانہ کو ساتھ لیے باہر نکل آیا۔

چاروں طرف نظر دوڑائی تو نزدیک ہی وہ کھنڈر نظر آیا... انہوں نے اس کی طرف دوڑ لگا دی... وہاں سے سیدھے سڑک پر آ گئے:

" یہاں کھڑے رہ کر کسی گاڑی کا انتظار کرنے سے بہتر ہے ، ہم شہر کی طرف دوڑنا شروع کر دیں۔ادھر سے کوئی گاڑی آ گئی تب ٹھیک ہے... شہر کی طرف سے آ گئی تب بھی ٹھیک ہے ، کسی نہ کسی سے کچھ مل جائے گا ۔" محمود نے تجویز پیش کی ۔

اور پھر انہوں نے دوڑ لگائی دی ... سڑک پر ان کے دوڑنے کی آواز گونجنے لگی... وہ وقت صبح کا تھا... لوگوں کی آمدورفت ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔کئی سوالات ان کے ذہن میں کلبلا رہے تھے اور وہ اپنے والد سے بہت کچھ پوچھنا چاہتے تھے لیکن ان کی حالت دیکھ کر انہوں نے کچھ بھی دریافت کرنا مناسب نہ سمجھا تھا... آخر پندرہ منٹ تک دوڑتے رہنے کے بعد انہیں دائیں ہاتھ ایک کھیت نظر آیا... اس میں کچھ لوگ سبزی توڑ رہے تھے... توڑ توڑ کر ٹوکریوں میں ڈال رہے

تھے... کھیت کے کنارے ایک کچا کمرہ بھی نظر آیا :

" بہتر ہوگا... ان سے بات کرتے ہیں۔"

" ہاں ! ٹھیک ہے ۔"

وہ دوڑتے ہوئے ان تک پہنچ گئے... انہیں اس طرح دوڑ کر آتے دیکھ کر وہ لوگ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے... اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر جونہی وہ ان کے نزدیک جا کر رکے... ان میں سے دو تین بول اٹھے:

"کیا بات ہے... خیر تو ہے ... کوئی دشمن تو تمہارے پیچھے نہیں لگا ہوا۔"

" جج... ج نہیں... یہ بات تو نہیں... البتہ کچھ لوگوں نے ہمیں ایک عمارت میں قید کر دیا تھا... ہمارے والد ابھی تک وہیں ہیں اور تین دن کے بھوکے ہیں۔کیا آپ ہماری کچھ مدد کر سکتے ہیں۔"

" ہمارے پاس تو رات کی باسی روٹی ہے اور ساگ ہے ..."

" بس جو بھی ہے... اللہ کے لیے دے دیں ۔" فرزانہ چلائے ہوئے انداز میں بولی ۔

" ہاں ہاں ... کیوں نہیں ... آؤ۔"

ان میں سے ایک نے کہا اور اس کچے کمرے کی طرف دوڑ پڑا۔

جلد ہی اس نے مکئی کی بڑی بڑی دو تین روٹیاں اور برتن میں ساگ انہیں تھما دیا۔

"ہم آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔" محمود نے کہا اور پھر جیب میں جو نقدی تھی... نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

"یہ کیا؟" اس نے چونک کر کہا۔

"یہ رکھ لیں۔"

"نہیں جی... ہم اس کھانے کے پیسے نہیں لے سکتے... آپ جائیں... اپنے والد کو کھانا کھلائیں... کاش ہمارے پاس اچھا کھانا ہوتا۔"

"کوئی بات نہیں... اس وقت اس سے اچھا کھانا کوئی نہیں ہو سکتا... آپ کا شکریہ۔"

اور پھر انہوں نے واپس دوڑ لگا دی... باقی بھی پیچھے دوڑتے ہوئے آخر وہ ان عمارات تک پہنچے... انسپکٹر جمشید بھوک اور کمزوری کے باعث بالکل نڈھال نظر آئے... وہ لیٹے ہوئے تھے۔

"ابا جان... کھانا آ گیا۔"

ان کے بدن میں جیسے کرنٹ دوڑ گیا... فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے۔

"لیکن ہمیں افسوس ہے... ہم آپ کے لیے کچھ اچھا کھانا نہیں

لائے... دراصل جلدی تھی۔"

"جو مل گیا ہے... اس میں شکر ادا کرو اور سامنے رکھ دو۔"

انہوں نے مکئی کی روٹیاں اور ساگ ان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اس پر ٹوٹ پڑے... پھر چونک کر بولے:

"آپ لوگ بھی کھائیں۔"

"نہیں جمشید... ہمیں اتنی بھوک نہیں... ہم تو صرف ایک رات کے بھوکے ہیں اور تم تین دن کے..."

"لیکن یہ کافی روٹیاں ہیں اور بہت بڑی بڑی ہیں... ہم سب سے ختم نہیں ہوں گی۔"

اب وہ بھی کھانے میں شریک ہو گئے... اس وقت انہوں نے محسوس کیا... روٹیاں اور ساگ عجیب مزہ دے رہے تھے... وہ کھاتے چلے گئے... یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے:

"میرا خیال ہے... میں نے اپنی زندگی کا لذیذ ترین کھانا کھایا ہے آج۔"

"میں بھی یہی کہتا ہوں جمشید۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"اور میں بھی۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

کھانے کے بعد وہ کچھ دیر بیٹھے رہے...

آخر محمود سے رہا نہ گیا... اس نے پوچھ ہی لیا: ''لیکن آپ تو شمالی افریقہ میں تھے... اور وہاں سے ہمیں فون پر ہدایات بھی دیتے رہے تھے... تو پھر آپ یہاں کیسے. اگر آپ یہاں تھے تو کیا فاضل بیگ کے ہاں دعوت کے دوران اسٹیج پر وہ آپ ہی تھے جو ہمیں بار بار نظر آ کر غائب ہوجاتے تھے ..''

''کیا مطلب ! میں کچھ سمجھا نہیں... مجھے ایسا کچھ یاد نہیں ... کیسی دعوت... کون سا اسٹیج... میری تم سے بات کیونکر ہو سکتی تھی... میرا سیل فون تو اس وقت بھی میرے پاس نہیں ہے... شاید مجھے اغوا کرنے کے بعد کسی وقت ان لوگوں نے میری جیب سے نکال لیا ہوگا۔''

''کیا !!! '' سب ایک ساتھ پوری قوت سے چلائے... اب حیران ہونے کی باری ان کی تھی۔

''اغوا ؟ تو آپ... یعنی کہ ... ملک سے باہر گئے ہی نہیں... تو وہ آپ نہیں تھے جس سے ہم فون پر بات کرتے اور ہدایات لیتے رہے۔'' فاروق بھی کہتا چلا گیا۔

''اف میرے خدا ! یعنی اب تک ہم مکمل طور پر مجرموں کے ہاتھ میں کھلونا بنے رہے... اس قدر تفصیل کے ساتھ ہمیں بیوقوف بنایا گیا۔'' فرزانہ بھی سر پکڑ کر رہ گئی۔

''ارے بھئی کچھ بتاؤ گے بھی یا یوں پہیلیاں ہی بجھواتے رہو گے۔'' انسپکٹر جمشید جھلا کر بولے۔

''جمشید ! سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے شروع کریں... اس معاملے کی پشت پر جو بھی شخص ہے... بلا کا ذہین اور شاطر ہے... اور وہ کوئی معمولی آدمی تو ہے نہیں ... ابھی ہمارے ذہن خود ہمارے ہی قابو میں نہیں آرہے ... بہرحال کوشش کرتے ہیں کہ اپنے ٹوٹے پھوٹے خیالات تمہارے ذہن میں بھی اتار سکیں۔'' یہ کہتے ہوئے خان رحمان کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

پھر انسپکٹر جمشید کو شروع سے اب تک کہ حالات سے آگاہ کیا گیا... ساری تفصیل سننے کے دوران وہ بالکل خاموش رہے... ایک لفظ بھی نہ بولے... نہ ہی کوئی سوال کیا... محمود کے خاموش ہوجانے کے چند لمحوں بعد ان کے منہ سے نکلا: ''تو گویا مجرم نے میرے حق میں جانے والا آخری ثبوت بھی بے اثر کر ڈالا... اور اب میں یہ بھی ثابت کرنے کے قابل نہیں کہ جس کیس میں مجھے ملوث کیا گیا ہے اس کے دوران میں ملک سے باہر تھا۔''

سب خاموش بیٹھے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ بیچارگی اور بے بسی ان کے چہروں پر ناچ رہی تھی۔ پھر انہوں نے اپنی جیبوں کو

چیک کیا... کسی کی بھی جیب میں موبائل فون سیٹ نہیں تھا... گویا ان لوگوں کے موبائل نکال لیے تھے... باقی کسی چیز کو نہیں نکالا گیا تھا:

'' افسوس! ہم کسی کو فون بھی نہیں کر سکتے...'' خان رحمان بولے۔

'' خیر کوئی بات نہیں... پیدل شہر کی طرف چلتے ہیں... کوئی گاڑی مل گئی تو لفٹ لے لیں گے۔''

اور پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے... سڑک پر پہنچ کر انہوں نے شہر کا رخ کیا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگے... جلد ہی وہ اس کھیت کے پاس پہنچ گئے جہاں سے انہیں ساگ اور روٹی ملی تھی:

'' ابا جان! ان کھیت والوں نے وہ روٹیاں اور ساگ دیا تھا۔''

'' اچھی بات ہے... ہم پھر کسی وقت آ کر ان کا شکریہ ادا کریں گے اور ان کے کام بھی آنے کی کوشش کریں گے۔''

'' انہوں نے ساگ روٹی کی قیمت بھی نہیں لی...''

'' کوئی بات نہیں... ہم ان کی کوئی نہ کوئی خدمت ضرور کریں گے۔''

انہوں نے قدم اٹھانے جاری رکھے... ایسے میں شہر کی طرف سے ایک بڑی گاڑی آتی نظر آئی... انہوں نے فوراً ہاتھ آگے کر دیے... گاڑی ان کے پاس پہنچ کر رک گئی:

'' السلام علیکم... بھائی صاحب! ہم اس وقت مشکل میں ہیں، اگر آپ ہماری مدد کر دیں تو آپ کے احسان مند ہوں گے۔''

''کیا مسئلہ ہے۔''

انسپکٹر جمشید نے مختصر طور پر بات بتائی... پھر بولے:

'' آپ بس ہمیں ایسی جگہ تک پہنچا دیں... جہاں سے ہمیں کوئی ٹیکسی مل جائے... اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر کم از کم ہمیں موبائل سے ایک فون کرنے دیں...''

'' آپ کال کر لیں... کیونکہ اگر میں آپ کو شہر چھوڑنے گیا تو مجھے بہت دیر ہو جائے گی اور مجھے ڈیوٹی پر پہنچنا ہے۔''

اس نے موبائل انہیں دے دیا... انہوں نے فوراً اکرام کے نمبر ملائے۔ کچھ دیر بعد اکرام کی آواز سنائی دی:

'' اکرام... ہم لوگ اس کھنڈر کے نزدیک موجود ہیں اور ہمارے پاس کوئی گاڑی نہیں ہے۔''

'' رانگ نمبر۔'' دوسری طرف سے اکرام نے کہا اور فون بند کر دیا۔ انہیں بہت حیرت ہوئی... پھر کچھ خیال آنے پر انہوں نے گاڑی والے کا شکریہ ادا کیا اور اس کا موبائل اسے دیتے ہوئے کہا:

'' آپ پسند کریں تو اس کال کے پیسے لے سکتے ہیں۔''

"نہیں کوئی بات نہیں..."

"میرا خیال ہے... آپ کال کے پیسے لے لیں اور ہمیں ایک دو فون اور کرنے دیں۔"

"ٹھیک ہے ... کرلیں۔" اس نے کہا اور موبائل واپس انہیں دے دیا۔

"خان رحمان ... انہیں چند کالوں کا معاوضہ دے دو۔"

خان رحمان نے اپنے کالر میں لگا ایک بٹن نوچ کر اس کی طرف بڑھا دیا:

"یہ کیا... یہ تو بٹن ہے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! ہے تو بٹن ہی ... لیکن ہے بہت قیمتی۔آپ صراف بازار میں فروخت کریں گے تو آپ کو اس کی کافی رقم مل جائے گی ۔"

"کیا کہا ... کافی رقم مل جائے گی ... اس ایک بٹن کی ۔"

"میں نے کہا نا... یہ عام بٹن نہیں ہے ... لیکن شاید آپ کو یقین نہیں آئے گا۔"

"تمہارے پاس جو نقدی ہے انہیں دو تاکہ یہ مطمئن ہوسکیں ۔"

محمود نے جیب سے نقدی نکال کر اس کی طرف بڑھا دی... فاروق اور فرزانہ نے بھی یہی کیا ... پروفیسر داؤد کی جیب سے بھی کچھ نقدی

مل گئی۔ وہ اتنی نقدی دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

ادھر انسپکٹر جمشید ...چند جگہوں پر فون کر چکے تھے... پھر انہوں نے موبائل واپس کار والے کی طرف بڑھا دیا:

"آپ کا شکریہ... دیکھیے ... ہم نے ان کالوں کی نقدی آپ کو دے دی... یہ بٹن آپ کو تحفہ ہے ... مہربانی فرما کر اسے کسی دیانت دار سنار کو دیجیے گا ... اور میں آپ کو احتیاطً بتا رہا ہوں کہ یہ کم از کم بیس ہزار روپے کا ہے۔"

"کتنے کا۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ میرا کارڈ رکھ لیں... یہ کارڈ ہمالیہ جیولرز کو دکھا کر بٹن دیجیے گا... وہ آپ کو اس کے بیس ہزار بغیر کچھ پوچھے دے دیں گے۔"

"لل... لیکن... میں نے آپ کو صرف چند کالیں کرائیں... اور یہ جو نقدی مجھے ملی ہے...یہ بھی ان کالوں سے بہت زیادہ ہے۔"

"کوئی بات نہیں... آپ نے ہماری مدد کی... ہم آپ کے احسان مند ہیں، بس آپ یہ رکھ لیں۔"

اب اس نے کارڈ پر نظر ڈالی ... اور اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...اس کے منہ سے نکلا: "ارے باپ رے۔"

☆☆☆☆☆

جھٹکا

"کیا ہوا بھائی... یہ میرا کارڈ ہے کوئی خوفناک تصویر تو نہیں ہے۔"

"یہ... اس کارڈ پر خان رحمان لکھا ہے... یعنی انسپکٹر جمشید کے دوست۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے... آپ یہ بات جانتے ہیں کہ خان رحمان انسپکٹر جمشید کے دوست ہیں، اس لیے چونکے تھے آپ۔"

"ن... نہیں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ن... نہیں کیا؟"

"آپ... مجھے جانے دیں..." وہ بولا۔

"ہم نے آپ کو روکا کب ہے... آپ ضرور جائیں... لیکن جانے سے پہلے بس اتنا بتا دیں... آپ چونکے کیوں۔"

"پورے شہر میں جگہ جگہ اشتہارات لگے ہوئے ہیں... ان پر آپ لوگوں کی تصاویر ہیں... آپ سب کی گرفتار کروانے میں مدد دینے پر

بڑا انعام رکھا گیا ہے۔"

"اوہ! تو آپ اس لیے جانا چاہتے ہیں... یعنی یہاں سے کچھ آگے جا کر آپ پولیس کو فون کرتے۔"

"نہیں! مجھے اس انعام کی ضرورت نہیں ... اس لیے کہ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے ... میں تو گھبرا اس لیے گیا ہوں کہ کہیں آپ کے ساتھ میں بھی پھنس جاؤں۔ یہ کارڈ سنار کو دکھ کر۔"

"اوہ اچھا! اب ہم سمجھے... خیر... فی الحال آپ اس بٹن کو فروخت نہ کریں... جب تک حکومت اپنا اعلان واپس نہ لے لے تب فروخت کریں۔"

"آپ کا مطلب ہے حکومت اپنا یہ اعلان واپس لے لے گی۔"

"ہاں بالکل! اس لیے ہم نے کوئی جرم نہیں کیا... ہمارے خلاف سازش کی گئی ہے اور اس وقت ہم اس سازش کی لپیٹ میں ہیں..."

"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"اور کیا آپ یہاں سے کچھ دور جا کر پولیس کو فون کریں گے۔"

"نہیں... مجھے آپ لوگوں سے ہمدردی ہے۔"

"اچھی بات ہے... آپ جائیں... اللہ آپ کا بھلا کرے۔"

وہ کار میں بیٹھا اور بلا کی رفتار سے چلا گیا:

"کیا خیال ہے! یہ پولیس کو فون کرے گا۔" خان رحمان بولے۔

"نہیں... مطمئن رہو۔ اب سنو... ہم واقعی شہر نہیں جا سکتے... اشتہارات والی اس کی اطلاع بالکل درست ہے۔"

"آپ نے فون کس کس کو کیا تھا۔" فرزانہ بے تابانہ بولی۔

"سب سے پہلے میں نے گھر فون کیا تھا... گھر کے فون بند ہیں... ظاہر ہے... وہاں بھی پولیس موجود ہے... پھر میں نے اکرام کو فون کیا، اکرام نے فون نہیں سنا، ظاہر ہے، اسے بھی پابند کر دیا گیا ہے... پھر میں نے آئی جی صاحب کو فون کیا۔ انہوں نے بھی فون نہیں سنا... آخر میں نے صدر صاحب کے نمبر ملائے۔ انہوں نے کوئی بات سنے بغیر اتنا کہا:

"تم سب خود کو قانون کے حوالے کر دو... اور کوئی راستہ نہیں ہے... جرم کے سو فیصد ثبوت پورے شہر کو ٹی وی چینل پر دکھائے گئے ہیں اور یہ کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کے جرائم پر حکومت ہمیشہ پردہ ڈالتی رہتی ہے... ورنہ یہ لوگ کبھی کے گرفت میں آ گئے ہوتے... اس مرتبہ بھی حکومت انہیں بچائے گی... ورنہ قانون تو صرف موت کی سزا سنائے گا... لہٰذا تم عدالت میں پیش ہو جاؤ... وہاں خود کو بے گناہ ثابت کر دو... ورنہ اور کوئی راستہ نہیں ہے... حکومت نے اعلان کیا ہے

کہ وہ براہ راست تمہاری مدد نہیں کرے گی... تم لوگوں کو خود عدالت میں بے گناہ ثابت کرنا ہوگا اور اس کیس کی کارروائی کھلی عدالت میں ہوگی... جسے دنیا بھر کے ٹی وی چینل نشر کریں گے۔"

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے:

"پھر آپ نے کیا جواب دیا ہے۔"

"میں نے یہ کہا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے آپ کو فون کرتا ہوں۔"

"پھر! آپ نے کیا سوچا ہے۔"

"یہ ہمارے خلاف کوئی عام سازش نہیں ہے... بہت سوچی سمجھی سازش ہے... اگر ہم غائب رہے تو دشمن، حکومت ہی کو الزام دیتے رہیں گے کہ اس نے انہیں کہیں چھپا رکھا ہے... اس صورت میں بھی صدر صاحب ہم سے اخبارات کے ذریعے پیغام دیں گے کہ ہم سامنے آ جائیں... ہمیں صدر صاحب کی بات ماننے پڑے گی... دوسری طرف ہمارے خلاف تمام ثبوت مکمل کر لیے گئے ہوں گے... اور ظاہر ہے اس کیس میں قانونی ماہرین سے بھی مدد لی گئی ہوگی... تاکہ ہمیں پکا پکا مجرم ثابت کر دیا جائے... مطلب یہ کہ ہمارا دشمن ہمیں ہر صورت پھانسی کے تختے پر دیکھنا چاہتا ہے۔"

"لیکن ابا جان !" محمود بول پڑا۔

" ہاں محمود ... کہو ..." انہوں نے سر ہلایا ۔

" جب تک جرم کی وجہ سامنے نہ آجائے...عدالت سزا نہیں سنا سکتی... اور اس قتل کی وجہ دشمنوں کے پاس کوئی ہے نہیں۔"

" ایسا سوچنا درست نہیں... ان لوگوں نے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور گھڑی ہوگی... اور وہ وجہ فرضی نہیں ہوگی... یعنی وہ وجہ واقعی درست ہوگی ... اور جب ہم عدالت میں کہیں گے کہ جناب ہمارے پاس اس قتل کی وجہ کیا تھی تو وہ اچانک عدالت کے سامنے وجہ لے آئیں گے ... ہم اس کے لیے پہلے سے تیار نہیں ہوں گے ، کیونکہ ہمیں پہلے سے اس کا علم نہیں ہے، اس وقت ہمارا کیا جواب ہوگا ..." انہوں نے پریشانی کے عالم میں کہا ۔

" جمشید تم ٹھیک کہہ رہے ہو ... ایک وجہ تو وہ بتا بھی چکے ہیں...یعنی رفیق باجوہ ! ... لیکن ہمیں خود کو قانون کے حوالے نہیں کرنا چاہیے . . .پس پردہ رہ کر خود کو بے گناہ ثابت کرنا چاہیے ۔" پروفیسر داؤد بولے۔

" اس صورت میں حکومت کو دشمن طاقتیں بدنام کریں گی ۔"

" کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو جمشید کہ ہم ہر طرح سے پھنس گئے ہیں۔"

" ہاں! بالکل یہی بات ہے ۔"

" تب پھر... ہمیں کیا کرنا چاہیے ۔"

" میرا خیال ہے... میں اس سلسلے میں انسپکٹر کامران مرزا سے مشورہ کرلوں... لیکن یہاں نہیں... یہاں وہ لوگ پہنچ جائیں گے ... ہمیں فوری طور پر یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے ۔"

انہوں نے جنگل کی طرف دوڑ لگا دی اور دوڑتے چلے گئے... پھر ایسی جگہ رک گئے جہاں سڑک کے کنارے چند ڈھابے نما ہوٹل تھے... وہاں ایک ہوٹل والے سے درخواست کرکے انہوں نے کاؤنٹر پر موجود وائرلیس پے فون سے انسپکٹر کامران مرزا کے نمبر ڈائل کیے.. کیونکہ جیب میں تو پھوٹی کوڑی تک نہ تھی۔ ان دنوں ایسے فون ہر گاؤں دیہات میں بھی پہنچ رہے تھے ۔جلد ہی انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی : " میں جانتا ہوں... آپ کیا کہیں گے ... لیکن مناسب یہی کہ آپ لوگ سامنے آجائیں۔"

" اوہ اچھا"

" اور ہم بہت زیادہ پریشانی محسوس کر رہے ہیں... سوچ رہے ہیں... کس طرح آپ لوگوں تک پہنچیں.. آپ کے پاس آجائیں ۔"

" میرا خیال ہے ... ایسا نہیں کرنا چاہیے ... کیونکہ آپ لوگوں کی

بھی نگرانی ہو رہی ہوگی اور جہاز وغیرہ کو بھی چیک کیا جائے گا۔''

''ہاں! یہی میرا اندازہ ہے۔''

''خیر کوئی پروا نہیں، ہم انہیں عدالت میں دیکھ لیں گے انشاء اللہ۔''

''بالکل ٹھیک... اس وقت ہم سب کے حق میں یہی بہتر ہے... خیر آپ خود کو قانون کے حوالے کر دیں... تو ہم بھی آجائیں گے... اور انشاء اللہ اس وقت ہم کچھ نہ کچھ کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے... کیونکہ قانون بہرحال آپ کو وکیل کرنے کی اجازت دیتا ہے... اور آپ خود وکیل ہیں... ایک میں آپ کا مددگار وکیل بن جاؤں گا۔''

''بالکل ٹھیک... میں صدر صاحب کو فون کرتا ہوں۔''

''ہاں! یہی بہتر ہے... جونہی آپ لوگوں کی گرفتاری کی خبر نشر ہو گی... ہم ادھر آجائیں گے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''اور انکل... شوکی برادرز کو بھی لے آیئے گا... ان حالات میں ان سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔''

''اگر وہ کسی کیس میں الجھے نہ ہوئے تو ضرور لے آئیں گے۔''

فون بند کر کے انہوں نے صدر صاحب کو فون کیا:

''السلام علیکم سر...'' انہوں نے صدر صاحب کی آواز سن کر کہا۔

''ہاں جمشید... کیا سوچا ہے۔''

''مشورے کے بعد طے پایا ہے کہ ہم گرفتاری دے دیتے ہیں۔''

''سوچ لو جمشید... ان لوگوں نے کیس بہت مضبوط بنا رکھا ہوگا... اور ماہر ترین وکیل اس کیس کو لڑیں گے۔''

''یہ آپ کہہ رہے ہیں... پہلے تو آپ کہہ رہے تھے کہ خود کو قانون کے حوالے کر دو... اسی میں بہتری ہے اور حکومت کو بدنامی سے بچانے کا یہی راستہ ہے... لیکن اب آپ کہہ رہے ہیں... سوچ لو جمشید۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں جمشید... میرا دل تم لوگوں کے لئے پریشان ہو رہا ہے... تم لوگوں کے گرد جال بہت مضبوط ہے... اور تم لوگ مجھے بہت عزیز ہو... اپنے بچوں سے بھی بڑھ کر... لیکن میں صدر مملکت ہونے کے باوجود اس کیس میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا... کیونکہ یہ خالص عدالتی اور قانونی مسئلہ ہوگا۔ ویسے بھی آئین میں نئی تبدیلیوں کے بعد میرے اختیارات بہت محدود ہو گئے ہیں۔''

''ہم سمجھتے ہیں سر... آپ پریشان نہ ہوں... اللہ بہتر کرنے والے ہیں... آپ آئی جی صاحب کو بتا دیں، ہم یہاں موجود ہیں۔''

یہ کہہ کر انہوں نے اس جگہ کی نشان دہی کر دی... اور فون بند

کرتے سڑک کی طرف چل پڑے۔

ادھر وہ سڑک پر پہنچے، ادھر انہیں پولیس کی گاڑیاں آتی نظر آئیں... اور پھر گاڑیاں ان کے پاس آ کر رک گئیں... آنے والوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ گویا سبھی ان کے لیے پریشان اور فکر مند تھے: ''آپ لوگوں کو کیا ہوا... کیوں پریشان ہیں... گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بے گناہ ہیں... اور انشاء اللہ عدالت میں اپنی بے گناہی پیش کر دیں گے۔''

''آپ نہیں جانتے سر۔'' پولیس آفیسر نے کہا۔

''کیا سر!۔''

''آپ کے خلاف کیس بہت مضبوط ہے۔''

''اللہ مالک ہے... لیکن آپ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں۔''

''ٹی وی چینلوں پر سب کچھ دکھایا گیا ہے۔''

''اور کیا قتل کی وجہ بھی بتائی گئی ہے۔''

''جی قتل کی وجہ؟'' آفیسر نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! چینلوں پر یا اخبارات میں قتل کی کیا وجہ بتائی گئی ہے۔''

''وجہ کوئی نہیں بتائی گئی۔''

''اور آپ جانتے ہیں... جب تک وجہ نہ ثابت ہو جائے، عدالت

سزا نہیں سنا سکتی۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے... لیکن ظاہر ہے... انہوں نے کوئی وجہ بھی گھڑی ہو گی۔''

''بس! اسی جگہ ہم اپنے کیس کو گرفت کریں گے۔''

''میرے خیال میں آپ کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے... اس لیے کہ انہوں نے کوئی کمزور یا بے بنیاد وجہ تو رکھی نہیں ہو گی۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں... خیر دیکھا جائے گا۔''

''میرا آپ کو ایک مشورہ ہے۔''

''اور وہ کیا؟''

''آپ خود کو قانون کے حوالے نہ کریں... اور خود کو بے گناہ ثابت کریں۔''

''صدر صاحب کا کہنا ہے، اس طرح دشمن طاقتیں اور زیادہ مذاق اڑائیں گی۔''

''جیسے آپ کی مرضی... میں نے آپ کو خطرے سے خبردار کر دیا ہے اور میں آپ کو فرار ہونے کا موقع دینے کے لیے تیار ہوں۔''

''آپ کا شکریہ! چلیے... ہم تیار ہیں۔''

پھر انہیں جیپ میں ایک پولیس اسٹیشن لایا گیا... گویا مقدمہ اس

پولیس اسٹیشن میں درج کرایا گیا تھا... انہیں اس بات پر بھی حیرت ہوئی... کیونکہ اس پولیس اسٹیشن کے انچارج تو ان کے ہمدرد تھے... جب کہ شہر میں کئی پولیس اسٹیشن کے انچارج ایسے تھے، جو ان سے بُری طرح خار کھاتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں ان سے اللہ واسطے کا بیر رکھتے تھے... انچارج نے انہیں حوالات میں بند نہیں کیا... بلکہ اپنے دفتر میں آرام سے بٹھایا... ایسے میں ایک جیپ اندر داخل ہوئی... اس میں کئی غیر ملکی موجود تھے... وہ جیپ سے اتر کر سیدھے انچارج کے کمرے میں آئے۔ اندر آتے ہی ان میں سے ایک کے منہ سے نکلا:

"یہ کیا ہو رہا ہے... انہیں حوالات میں کیوں بند نہیں کیا گیا۔"

"ابھی ابھی لے کر پہنچے ہیں... ظاہر ہے، پہلے روزنامچے میں ان کی گرفتاری درج کی جائے گی۔"

"لیکن یہ قتل کے مجرم ہیں... انہیں اتنی عزت سے کرسیوں پر کیوں بٹھایا گیا ہے۔"

"یہ آپ کی نظروں میں مجرم ہیں... لیکن ہمارے ملک کے بہت باعزت افراد ہیں... آپ نے ان کے خلاف ثبوت پیش کیے ہیں... ہم نے ان کی بنیاد پر انہیں گرفتار کیا ہے... لہٰذا انہیں عدالت میں پیش کریں گے... وہاں آپ اپنا مقدمہ لڑ لیجیے گا... ہماری ذمے داری یہ

ہے کہ انہیں فرار نہ ہونے دیں اور جب عدالت طلب کرے انہیں عدالت میں پیش کر دیں... ہم انہیں کس طرح رکھتے ہیں... یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔" انچارج نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے... آپ کو بھی عدالت میں دیکھ لیں گے۔"

"ان کی تعریف؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"مقتول کے وکیل ہیں۔"

اور پھر وہ لوگ چلے گئے... اس وقت انسپکٹر جمشید نے پوچھا:

"انہوں نے کیا بتایا... میرا مطلب ہے رپورٹ کیا درج کرائی۔"

"آپ پڑھ لیں۔"

انچارج نے ایف آئی آر ان کے سامنے کر دی... وہ اس پر جھک پڑے... اس میں کھنڈر کی چھت پر ہونے والی واردات کا تفصیل سے ذکر کیا تھا... اور آخر میں درج تھا کہ اس پورے منظر کی وڈیو فلم ڈی وی ڈی میں ریکارڈ کر کے بطور ثبوت ساتھ شامل کی جا رہی ہے۔

اب انہوں نے تھانے میں رکھے کمپیوٹر پر وہ فلم دیکھی... فلم کے تمام مناظر بالکل وہی تھے... جس طرح واقعہ پیش آیا تھا۔ اچانک انسپکٹر جمشید کے جسم کو ایک جھٹکا لگا۔ ان کے منہ سے نکلا: "اوہ! اوہ۔"

☆☆☆☆☆

وہ شخص

سب نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا:

"کیا چیز نظر آ گئی؟"

"ابھی بتاتا ہوں... لیکن میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ ...اس سازش کی منصوبہ سازی کس کے اشارے پر کی گئی ہے... کس نے کی ہے... یہ بتانا اس وقت ذرا مشکل ہے لیکن افسوس! ہم عدالت میں اس بات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے... اور اس وقت ہمارے لیے مسئلہ ہے عدالت کا۔"

"کس نے کی منصوبہ بندی جمشید۔" خان رحمان بے تابانہ انداز میں بولے۔

"ایک یا ایک سے زائد ممالک کی سیکرٹ سروسز اس میں ملوث ہیں... بہرحال ابھی اس بات کو رہنے دو... میں ذرا شروع سے اب تک پیش آنے والے واقعات کو دہرانا چاہتا ہوں... ایف آئی آر کے

مطابق ہمارے خلاف کیس یہ ہے کہ میں نے اپنے دفتر کے ملازم رفیق باجوہ کو اپنے دفتر میں بلایا تھا۔ یہ شخص دفتر میں ریکارڈ کیپر ہے... تمام فائلوں کا انتظام اس کے ہاتھ میں ہے، دفتر کا کوئی آفیسر کوئی فائل منگاتا ہے تو یہ رجسٹر میں اس فائل کا اندراج کرتا ہے... اور فائل اس آفیسر کو بھجوا دیتا ہے... جب فائل واپس آتی ہے تو وہ اس کا بھی اندراج کرتا ہے اور فائل کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیتا ہے۔ چھ ماہ پہلے میں تے ایک فائل نکلوائی تھی... اس فائل کو میں نے پندرہ دن اپنے پاس رکھا، پھر اسے واپس بھجوا دی... ابھی بیس دن پہلے میں نے وہی فائل پھر واپس منگوائی تو رفیق باجوہ کی طرف سے پیغام ملا کہ فائل تو آپ کے پاس ہی ہے، میں نے اسے یاد کرایا کہ فلاں دن میں تے فائل اسے بھجوائی تھی۔ اس تے رجسٹر لا کر میرے سامنے رکھ دیا... وہاں یہ تو درج تھا کہ میں نے فائل منگوائی ہے... لیکن یہ درج نہیں تھا کہ میں نے فائل واپس کر دی تھی... جب کہ مجھے یاد تھا... کہ میں نے فائل واپس بھجوا دی تھی... میں نے فضل بابا کو بلا کر ان سے پوچھا کہ کیا فلاں تاریخ کو آپ فلاں نمبر... فلاں... رفیق صاحب کو دے کر نہیں آئے تھے... انہوں نے کہا کہ جی ہاں... بالکل دے کر آیا تھا... اب میں نے باجوہ کی طرف دیکھا تو اس نے فوراً کہا... نہیں صاحب!

آپ کے چپراسی غلط بیانی کر رہے ہیں... انہوں نے مجھے فائل نہیں پہنچائی ... اب مجھے غصہ آگیا... میں نے اسے خوب سنائیں... کیونکہ فضل بابا کو سب جانتے تھے... وہ غیر ذمے دار آدمی نہیں ہیں... میں نے رفیق باجوہ کو دھمکی دی کہ فائل فوراً پیش کرے ...اس طرح چند دن گزر گئے ... وہ فائل پیش نہ کر سکا ... آخر میں نے اس سے کہا کہ اب میں قانونی کارروائی شروع کرنے پر مجبور ہوں... بس اس سے آخری بات یہ ہوئی تھی ۔ اس کے بعد آپ کو نواب فاضل بیگ کے ہاں جانا پڑا...اور وہاں عجیب و غریب حالات پیش آئے... پہلے اسٹیج پر میرا ہمشکل نظر آیا... ساتھ ہی وہ غائب ہوگیا ... اس طرح اس نے یہ حرکت کئی بار کی ... اس سے ہمارے منصوبہ ساز یہ بتانا چاہتے تھے کہ انسپکٹر جمشید وہیں موجود تھے... پھر وہاں بم والا معاملہ پیش آیا... وہاں سے جو ریموٹ کنٹرولر ملا ، اس پر خود فاضل صاحب کی انگلیوں کے نشانات تھے... غالباً وہی خیال ٹھیک ہے کہ نشانات سوتے وقت لیے گئے ۔ پھر یہاں میرا ہمشکل بھاگ نکلا ۔ یہ ظاہر کرکے کہ تلاشی وغیرہ کے دوران وہ پکڑا جائے گا ، لہٰذا اس سے پہلے ہی بھاگ لیا جائے ... منصوبہ ساز کو اندازہ تھا کہ تم ہر حال میں اس کا تعاقب کرو گے ... اور اس نے یہ موقع دیا کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے... کیونکہ وہ تم

لوگوں کو اس کھنڈر تک لانا چاہتا تھا... وہاں جو کچھ ہوا... تمہیں معلوم ہی ہے ... دیوار سے خون رستا نظر آیا ... یہ چیز تم لوگوں کو چھت پر لے گئی... وہاں ایک لاش پڑی نظر آئی...لاش رفیق باجوہ کی تھی... اس دوران میں تو اس منصوبہ ساز کی قید میں تھا... اور مجھے اس وقت شکار بنایا گیا جب میں سرکاری دورے پر جا رہا تھا... میں اکیلا تھا... اور ان کے منصوبے سے بالکل بے خبر ... لہٰذا ایک غریب اور لاچار قسم کا آدمی سڑک کے عین درمیان کھڑا کیا گیا تھا...میں نے اسے دیکھ کر کار روک دی ... باہر نکلا اور اس سے پوچھنے لگا کہ وہ کیا چاہتا ہے ...اس وقت میرے سر پر ایک پتھر آ کر لگا ۔ وہ پتھر پیچھے سے مارا گیا تھا... جب کہ میری پوری توجہ اس شخص کی طرف تھی... بس میں ان کے قابو میں آگیا ۔“

”کیا آپ نے حملہ آور کو دیکھا تھا ۔“

”نہیں... لیکن جس نے میرا راستہ روکا ، میں نے اسے دیکھا تھا... ظاہر ہے وہ اپنی اصل شکل میں تو میرے سامنے نہیں آیا ہوگا ... اس واقعے کے بعد اس نے میک اپ ختم کر دیا ہوگا ... لیکن اس کے باوجود میں اسے پہچان سکتا ہوں ۔“

”ہوں !“ وہ ایک ساتھ بولے ۔

"پھر وہاں کھنڈر کا مالک آ گیا تھا...اس کے ساتھ علاقے کا انسپکٹر زوار شاہ تھا... یہ دراصل ہمارے خلاف گواہیاں جمع کی جا رہی تھیں..."

"لیکن ابا جان ! جب آپ عدالت میں سرکاری وکیل سے پوچھیں گے کہ یہ فلم کیسے بن گئی... کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے سے منصوبہ بندی کر لی گئی تھی اور ہمیں پھانسنے کا چکر تھا یہ۔"

"ہم اس سرکاری وکیل سے ضرور پوچھیں گے... لیکن وہ بھی آخر وکیل ہیں۔ انہوں نے اس سوال کا جواب پہلے ہی سوچ لیا ہوگا..."

"تب پھر آپ خود کو اور ہم سب کو بے گناہ کیسے ثابت کریں گے۔"

"یہ تم بتاؤ۔" وہ مسکرائے۔

"آپ نے کیا کہا... ہم بتائیں۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل تم بتاؤ۔"

"تب پھر ہم سوچ کر بتائیں گے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں نہیں! سوچنے کے لیے بہت مہلت ہے۔" انہوں نے کہا۔

چند لمحے وہ سوچ میں ڈوبے رہے، پھر فرزانہ نے کہا:

"میں ایک سوال پوچھ سکتی ہوں۔"

"ہاں ضرور...۔"

"جو فائل رفیق باجوہ نے گم کی... وہ کس بارے میں تھی۔"

"ہمارے ملک کے تعلقات کن کن ملکوں سے ہیں اور کیسے ہیں... یعنی ہماری اپنی حکومت کے مرکزی لوگوں نے اس فائل میں اپنے خیالات لکھے تھے...اور تمام لوگوں کے متفقہ خیالات بھی ان ملکوں کے بارے میں الگ الگ درج تھے... مثلاً وہ ہمارا دوست ہے یا دشمن... دوست ہے تو کیسا... مخلص ہے یا بس یونہی سا ہے... یا پھر بظاہر دوست ہے...اور اندر سے دشمن ہے... تمام ملکوں کے بارے میں ان سوالات کے گرد گھومتی معلومات درج تھیں... اور ماہرین کے تجزیے بھی شامل تھے... اس لحاظ سے وہ ایک اہم ترین فائل تھی... لیکن لگتا ہے... رفیق باجوہ نے وہ فائل کسی دشمن ملک کو دے دی... اس کا سب سے خوفناک نقصان یہ ہے کہ ان ملکوں کو یہ معلوم ہو جائے گا... بلکہ ہو گیا ہوگا کہ ہمارا ملک دراصل ان کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے... یا کیا سوچتا ہے... مطلب یہ کہ اس فائل کا غائب ہونا ہمارے لیے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا ہے۔"

"ہوں ! واقعی..."

"ہاں فرزانہ تم نے یہ سوال پوچھا تھا... وہ فائل کس بارے میں

تھی پاکس سے متعلق تھی... اب تمہیں جواب مل گیا ہے ... لٰہذا بتاؤ... ہم خود کو کیسے بے گناہ کریں گے۔''

'' یہ بات ہماری سمجھ میں ابھی تک نہیں آسکی ...''

'' خیر کوئی بات نہیں، غور کرتے رہو، آجائے گی ... نہ آئی تو بھی عدالتی کارروائی کے دوران ہمیں سوچنے سمجھنے کا وقت ملے گا۔''

'' اب پہلے تو ٹی وی چینل اور کل کے اخبارات کے تبصرے اور خبریں سننے والی ہوں گی... لگتا ہے کوئی بڑی طاقت اس کیس کو خوب اچھالنے کے چکر میں ہے ... وہ ہمیں پورے ملک کی نظروں سے گرا دینا چاہتی ہے، نہ جانے اسے ہم سے کیا پرخاش ہے۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

'' ہم جانتے تو ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' جانتے ہیں ... کیا مطلب؟'' پروفیسر داؤد چونکے۔

'' مطلب یہ کہ ایسا کون چاہتا ہے ... اس کے لیے ہم کسی فرد کا نام کیوں لیں... یہ کسی ایک فرد یا چند افراد کا مسئلہ نہیں ہے ... چند ملکوں کا مسئلہ ہے... ہم ان ملکوں کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں...ان کی سازشوں کی گاڑی کو چلنے نہیں دیتے ...وہ تھس ہو کر رہ جاتی ہیں... لٰہذا انہوں نے سوچا...اس سارے مسئلے کا حل یہ ہے کہ

ہمیں راستے سے ہٹا دیا جائے ... ظاہر ہے، اس خواہش میں سب سے پہلے نمبر پر بیگال ہے ... کچھ چھوٹے چھوٹے ملک بھی ہیں۔ جو ان ملکوں کے ساتھی ہیں، دوست ہیں... لٰہذا وہ بھی اس معاملے میں ان کے ساتھ ہیں ... مطلب یہ کہ ہمیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے کہ ایسا کون چاہتا ہے ...ہمیں تو خود کو بے گناہ ثابت کرنا ہے۔''

انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

'' اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اصل مجرم کے چہرے سے بھی تو پردہ ہٹانا ہوگا ... کیس تو اسی وقت مکمل سمجھا جائے گا۔''

'' ہاں بالکل یہی بات ہے، ہمارے مخالفین کا کیس بہت مضبوط ہے... لیکن ہے وہ جعلی کیونکہ ہم نے رفیق باجوہ کو قتل نہیں کیا ...''

'' اور وہ فائل ؟'' فرزانہ بولی۔

'' ہاں!وہ فائل رفیق باجوہ کے ذریعے اڑائی گئی ہے ... رفیق باجوہ کو اسی لیے قتل کیا گیا ہے کہ وہ یہ نہ بتا دے کہ فائل کس کے پاس ہے ... اس طرح یہ لوگ ایک تیر سے کئی فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں ... فائل جس کے ذریعے اڑائی، اسے قتل کر دیا اور اس کے قتل کے جرم میں ہمیں پھانسی دلوانا چاہتے ہیں...''

'' پروگرام واقعی خوفناک ہے۔'' محمود بولا۔

"کک... کیا کہا... خوفناک پروگرام۔" فاروق چونکا۔

"ہاں ہاں... کہہ دو یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔"

"نہیں ہوسکتا... بہت عام سا نام ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تو پھر چونکنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"بس... یونہی شوقیہ چونک اٹھا تھا۔"

"تو ہمیں اب اپنے کیس کی تیاری کرنی ہے... اصل مجرم کے خلاف ثبوت حاصل کرنا ہے۔"

"ابھی تو ہمیں یہی بھی معلوم نہیں کہ اصل مجرم کون ہے۔"

"عدالت میں اس کیس سے متعلق سبھی لوگوں کو آنا پڑے گا... لہٰذا اس کے بعد ہی میں بتا سکوں گا... مجرم کون ہے۔"

"لیکن ابا جان... بھلا سب لوگ کیوں آنے لگے۔"

"سب آئیں گے... جن کی کوئی گواہی نہیں... جن کا کوئی بیان نہیں۔ جنہیں عدالت کے ذریعے طلب نہیں کیا گیا ہوگا... وہ بھی آئیں گے... کیس سننے کے لیے سب آئیں گے اور اس وقت میں جان لوں گا کہ مجرم کون ہے۔"

"حیرت ہے... آخر آپ کیسے جان جائیں گے۔"

"اس فلم میں وہ آدمی اپنے اصل چہرے کے ساتھ موجود ہے جس

کو دیکھ کر میں نے کار روکی تھی۔"

"تت... تو کیا اس فلم میں وہ آدمی موجود ہے... اور کیا اسی کو دیکھ کر آپ نے اوہ اوہ کہا تھا۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں!"

"تو کیا ابا جان... یہ لوگ اس قدر بے وقوف ہیں... کہ فلم میں اس آدمی کو دکھا دیا... جس نے آپ کے اغوا میں کردار ادا کیا تھا۔" محمود نے بھی حیران ہو کر کہا۔

"نہیں! وہ اتنے بے وقوف نہیں... وہ شخص مجھے فلم میں نظر تو آیا ہے... لیکن وہ میک اپ میں تھا... یا پھر وہ پہلے میک اپ میں تھا... اور فلم میں وہ اصل چہرے کے ساتھ تھا۔"

"تب پھر آپ یہ بات کیسے ثابت کریں گے کہ اسی شخص نے آپ کے اغوا میں شرکت کی تھی۔"

"ہمارا پورا کیس اب اس شخص پر آگیا ہے... یا پھر اس پر کہ نواب فاضل بیگ کی انگلیوں کے نشانات کس نے ریموٹ کنٹرولر پر لیے تھے... اگر ہم آزاد ہوتے تو ہم نواب فاضل کے گھر سے تفتیش شروع کرتے... اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ آلے پر نشانات کس طرح لیے گئے۔"

"تو کیا ہوا۔ آپ یہ کام انکل اکرام سے لے لیں۔"

"اکرام یہ معلوم نہیں کر سکے گا... یوں بھی اس پر پابندی ہو گی..."

"تب پھر آپ انکل کامران مرزا کو بلا لیں۔"

"انہیں بھی نہیں آنے دیا جائے گا...اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ دشمن کی چال بھی یہی ہو کہ کامران مرزا ہمارے ساتھ الجھ جائیں اور وہ اپنا کام دکھا جائے۔"

☆☆☆

اس شام ٹی وی چینل پر جو خبریں نشر کی گئیں... وہ بہت زور دار تھیں...مقتول رفیق باجوہ کے وکیل یعنی وکیل استغاثہ کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ ان کا کیس بہت مضبوط ہے اور یہ کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کو مجرم ثابت کر دینا ان کے لیے قطعاً مشکل ثابت نہیں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

جوزف

وہ سب عدالت میں موجود تھے ... کیس سننے کے لیے آنے والے عام لوگوں کا بھی بے پناہ ہجوم تھا ... اخباری نمایندے تو سبھی اخبارات کے موجود تھے۔ ٹی وی چینلوں والے بھی اپنے ساز و سامان کے ساتھ آئے ہوئے تھے...غرض بہت زیادہ ہل چل سی مچی ہوئی تھی ... اور جوش کا ایک عالم تھا، جس نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

کیس سننے والے جج صاحب کا نام غلام رسول قاسمی تھا... ان کے بارے میں اخبارات میں تبصرے شائع ہوئے تھے... ان تبصروں کی رو سے غلام رسول قاسمی بہت زیادہ منصف مزاج تھے اور انصاف کے معاملے میں بہت سخت تھے... مجرم کی رعایت کرنے کے لیے کسی صورت تیار نہیں ہوتے تھے اور ان کی عدالت سے کسی بے گناہ کو کبھی سزا نہیں ہوئی تھی۔ایسی کوئی شکایت کبھی سننے میں نہیں آئی تھی۔

سرکاری وکیل کا نام ایم ایم جامی تھا... وزارت قانون نے کیس

ان کے سپرد کیا تھا، مقتول رفیق باجوہ چونکہ سرکاری ملازم تھا اس لئے یہ کیس حکومت کی طرف سے پیش ہوا تھا۔ گویا انہیں ثابت کرنا تھا کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی سو فیصد مجرم ہیں... جب کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کا وکیل ابھی تک منظر عام پر نہیں آیا تھا... کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ان کی وکالت کون کرے گا۔

جج غلام رسول قاسمی بالکل ٹھیک وقت پر کمرہ عدالت میں داخل ہوئے اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئے... انہوں نے سب پر ایک نظر ڈالی... تماشائیوں کو بھی دیکھا، پھر بولے:

"کارروائی شروع کی جائے۔"

یہ سنتے ہی سرکاری وکیل ایم ایم جامی آگے بڑھے۔ سب سے پہلے انہوں نے فردِ جرم پڑھ کر سنائی... وہ یہ تھی:

"جناب والا! اس کیس کے ملزمان ہمارے ملک کے بہت جانے پہچانے لوگ ہیں... ان کے نام انسپکٹر جمشید، خان رحمان، پروفیسر داؤد، محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں...27 دسمبر کی شام یہ لوگ میرا مطلب ہے... انسپکٹر جمشید کے علاوہ... نواب فاضل بیگ کی کوٹھی میں موجود تھے...فاضل بیگ ہر سال 27 دسمبر کو اپنے دوستوں کو دعوت دیتے ہیں...اچانک محمود، فاروق اور فرزانہ نے شور مچا دیا کہ کوٹھی میں بم

موجود ہے...اب آج کل کے حالات کیسے ہیں... ملک میں بموں کے دھماکے ہوتے ہی رہتے ہیں... لہٰذا سب لوگ خوفزدہ ہو گئے... سب باہر نکل آئے... پھر بم ڈسپوز کرنے والوں کو بلایا گیا... انہوں نے آلات کے ذریعے چیک کیا... تو معلوم ہوا ان کے لان میں واقعی بم نصب کیا گیا ہے۔ بم ریموٹ کنٹرولڈ ثابت ہوا... اس سے اندازہ لگایا گیا کہ مہمانوں میں سے کسی کے پاس ریموٹ کنٹرولر موجود ہے... چنانچہ تلاشی کا پروگرام بنایا گیا... لیکن کسی کے پاس سے ریموٹ کنٹرولر برآمد نہ ہوا... سب لوگ بم کے خوف سے باہر نکل کر باہر گراؤنڈ میں نکل گئے تھے...اب خیال ظاہر کیا گیا کہ جس کے پاس ریموٹ کنٹرولر تھا، اس نے دوسروں کی نظر بچا کر گراؤنڈ میں کہیں گرا دیا ہے... تاکہ تلاشی کے وقت اس کی جیب سے برآمد نہ ہو... چنانچہ گراؤنڈ کی تلاشی لی گئی اور ریموٹ کنٹرولر مل گیا..."

جج صاحب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ گویا وہ بہت دلچسپی سے کیس کو سن رہے تھے:

"ایسے میں ایک شخص کوٹھی سے بھاگ کھڑا ہوا... سب لوگوں نے دیکھا، وہ انسپکٹر جمشید تھے... کوٹھی کے اطراف نصب سیکورٹی کلوزڈ سرکٹ کیمروں نے اس سارے منظر کو ریکارڈ کیا... اس سارے منظر کی

وڈیو فلم بھی موجود ہے ... سب لوگو ں نے صاف طور پر دیکھا کہ بھاگنے والے شخص انسپکٹر جمشید تھے...''

جج صاحب کے چہرے پر حیرت کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوئے... کیونکہ ٹی وی چینل اور اخبارات یہ تمام خبریں پہلے ہی بار بار نشر کر چکے تھے... اس دوران ان کے بچے اور دونوں دوست بھی ان کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے... یہ لوگ ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت کے کھنڈر تک جا پہنچے ..اب ان کے اپنے بیان کے مطابق انہوں نے کھنڈر کی تلاشی لی... لیکن وہاں انسپکٹر جمشید نظر نہ آئے...جب کھنڈر کی اچھی طرح تلاشی لی گئی ... تو ایک دیوار میں سے خون رستا نظر آیا... اب یہ لوگ اس چھت پر چڑھے جس کی وہ دیوار تھی ...انہوں نے دیکھا، اوپر ایک لاش پڑی تھی... اس کے جسم میں خنجر موجود تھا ...

اسی وقت وہاں اس علاقے کے ایس ایچ او پولیس انسپکٹر زوار شاہ بھی پہنچ گئے ۔ ان کے ساتھ اس کھنڈر کا مالک بھی تھا، اس نے اپنا نام مسٹر جوزف بتایا... ان کے بیان کے مطابق انہیں پہلے ہی شک تھا کہ یہاں مجرمانہ سرگرمیاں کچھ عرصے سے جاری ہیں ۔ خیر...جناب والا ! اس کے بعد معمول کی کارروائی مکمل کی گئی ... لاش کے پاس سے ہمیں ایک گھڑی ملی جو بعد میں انسپکٹر جمشید کی ثابت ہوگئی... اس کے علاوہ

ان کا پین بھی ملا اور اس کی تصدیق انسپکٹر جمشید کے بیٹے محمود نے بھی کی ہے کہ یہ چیزیں انسپکٹر جمشید کی ہیں ... جب کہ انسپکٹر جمشید کے بارے میں سرکاری اطلاع یہ ہے کہ انہیں بم اور قتل کی اس واردات سے تین دن پہلے ایک سرکاری مشن پر شمالی افریقہ کے 'شہر زونا' بھیجا گیا تھا... اب ملزمان کے بیان کے مطابق اس دوران ان کی انسپکٹر جمشید سے فون پر کئی دفعہ بات ہوئی اور انسپکٹر جمشید نے بار بار اس بات کو دہرایا کہ وہ شمالی افریقہ میں ہی ہیں اور وہیں ہوتے ہوئے ان سے فون پر بات کر رہے ہیں ... لیکن حالات و واقعات ، دعوت میں موجود لوگوں کی گواہی اور کلوز سرکٹ کیمرے کی فوٹیج اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ ملک سے باہر گئے ہی نہیں اور اس پورے عرصے کے دوران اسی شہر میں موجود تھے... ان کا ایسا ظاہر کرنا دراصل ان کے پلان کا حصہ تھا تاکہ یہ رفیق باجوہ کو ختم کرنے بھی کامیاب ہوجائیں اور کوئی ان پر شک بھی نہ کر سکے... دراصل یہ شہر ہی میں تھے... اب رہی یہ بات کہ انہوں نے رفیق باجوہ کو کیوں ہلاک کیا ۔ دراصل انہوں نے چند دن پہلے ہی مقتول کو اپنے کمرے میں بلایا تھا... یہ ان کے دفتر کا ریکارڈ کیپر تھا... کمرے میں بلا کر انسپکٹر جمشید نے اسے خوب دھمکیاں دیں... یہ اس سے ایک فائل طلب کر رہے تھے... جب کہ رفیق باجوہ کا

کہنا تھا کہ فائل تو خود انسپکٹر جمشید کے پاس ہے... یہ بات رفیق باجوہ نے ان کے کمرے سے واپس آکر اپنے دفتر کے ساتھیوں کو بتائی تھی... اب چونکہ فائل خود انسپکٹر جمشید کے پاس تھی ... اور تحقیقات کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی، اس لیے انسپکٹر جمشید نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی اور اسے ختم کردیا ، رہا یہ سوال کہ رفیق باجوہ وہاں کیا کرنے گیا تھا... تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود انسپکٹر جمشید اس فائل کا سودا کسی دشمن ملک سے کرنا چاہتے تھے... یہ سودا طے کرنے کیلئے اس کھنڈر کا انتخاب کیا گیا تھا...دشمن ملک کے ایجنٹ سے انسپکٹر جمشید کی ملاقات اس کھنڈر میں ہونی تھی... سن گن لگ گئی باجوہ کو ... یہ سن گن بھی دراصل اسے دی گئی تھی ایک منصوبے کے تحت ...اور یہ سن گن اسے کسی اور نے نہیں بلکہ خود انسپکٹر جمشید نے دی تھی ...بس مقتول کار میں وہاں پہنچ گیا اور بیچارہ اپنے لئے بچھائے گئے جال میں آکر انسپکٹر جمشید کے ہاتھوں مارا گیا ... بس جناب والا... یہی ہے تفصیل ... "

یہاں تک کہہ کر ایم ایم جامی خاموش ہو گئے... اس کے ساتھ ہی اس نے فاتحانہ انداز میں ایک نظر سب پر ڈالی۔

" لیکن یہاں عدالت کو ملزموں کے کوئی وکیل نظر نہیں آرہے ، انسپکٹر جمشید ... کیا آپ اس سلسلے میں وضاحت کریں گے ۔"

جج صاحب بولے

" جناب والا ۔" انسپکٹر جمشید فوراً کٹہرے سے لگ کر بولے ۔

" میں خود وکیل ہوں... یہ میری وکالت کا سرٹیفکیٹ ہے ... لہٰذا اپنے کیس کی پیروی میں خود کروں گا۔"

" بہت خوب ! تو اب آپ کو موقع دیا جاتا ہے اپنے دلائل پیش کرنے کا ۔"

" نہیں جناب والا ! میں اس موقع پر کچھ نہیں کہنا چاہتا...جامی صاحب اپنے تمام دلائل اور ثبوت عدالت کے سامنے پیش کردیں تو میں اس کے بعد اپنے دلائل سامنے لانا چاہوں گا...اگر فاضل عدالت کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو تو۔" آخری بات کرتے وقت وہ عدالت کے احترام میں تھوڑا سا جھکے۔

" اچھی بات ہے... جامی صاحب ! آپ اپنا کیس شروع کریں۔"

" بہت بہتر جناب والا ۔"

اب اس نے کیس کے تمام ثبوت باری باری پیش کیے... یعنی جائے واردات کی تصاویر ، نشانات، لاش کے پاس سے ملنے والی گھڑی اور پین...خون کی رپورٹیں... یعنی جائے واردات پر پائے جانے والے خون کی رپورٹ کا گروپ اور رفیق باجوہ کے خون کا گروپ ...جو

ایک ہی تھا۔ تمام چیزیں دکھانے کے بعد ایم ایم جامی نے کہا:

"اب میں گواہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"اجازت ہے۔"

"میرے سب سے پہلے گواہ نواب فاضل بیگ ہیں، میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ گواہوں کے کٹہرے میں تشریف لے آئیں... اور پہلے حلف اٹھائیں۔"

اس پر نواب فاضل بیگ گواہوں کے کٹہرے میں آ گئے۔ انہوں نے حلف کے یہ الفاظ دہرائے:

"میں جو کچھ کہوں گا اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر سچ کہوں گا اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔"

"شکریہ فاضل صاحب... 27 دسمبر کی شام کو آپ اپنی کوٹھی کے لان میں تھے۔ آپ نے وہاں اپنے دوستوں کو دعوت دی تھی اور لان میں مہمان موجود تھے... کیا یہ بات درست ہے۔"

"جی ہاں!"

"شکریہ! پھر وہاں کیا ہوا... جس دن آپ کی کوٹھی کے لان سے بم برآمد ہوا اس دن آپ نے انسپکٹر جمشید کو اپنی آنکھوں سے اور اپنے سامنے اپنی کوٹھی سے نکل کر بھاگتے دیکھا... آپ ذرا اپنے الفاظ میں

بیان کر دیں۔"

"جی ہاں! وہاں سے اچانک انسپکٹر جمشید باہر کی طرف دوڑتے نظر آئے، اگرچہ ان کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ سرکاری کام سے ملک سے باہر گئے ہوئے تھے... اور یہی وجہ ان کے دعوت میں شریک نہ ہونے کی بیان کی گئی تھی۔"

"آپ ذرا اس سے پہلے... بم والا واقعہ بتائیں۔"

"جی بہتر! مہمان ابھی آ رہے تھے... کہ اچانک انسپکٹر جمشید کے بچوں نے شور مچا دیا... کوٹھی کے لان میں بم ہے... اس پر سب مہمان گھبرا گئے... اور باہر کی طرف بھاگے... کوٹھی سے باہر ایک گراؤنڈ تھا... سب اس میں چلے گئے... پھر بم ڈسپوز کرنے والوں کو بلایا گیا، انہوں نے گراؤنڈ میں سے بم نکال لیا... وہ ریموٹ کنٹرولڈ تھا... اب ریموٹ کنٹرولر آلے کی تلاشی شروع ہوئی... وہ گراؤنڈ سے ملا... اس پر بعد میں میری انگلیوں کے نشانات ثابت ہوئے... جب کہ میں نے اس آلے کو چھوا تک نہیں تھا... لیکن میں نہیں جانتا میری انگلیوں کے نشانات اس آلے پر کیسے آ گئے..." یہاں تک کہہ کر نواب فاضل بیگ خاموش ہو گئے۔

"کیا اس روز وہاں انسپکٹر جمشید موجود تھے۔"

"باقی لوگوں کے ساتھ نظر نہیں آئے تھے... پھر اچانک جب بھاگے ہیں... تب نظر آئے تھے... اس سے پہلے نہیں۔"

"جناب والا! مجھے ان سے یہی پوچھنا تھا... وکیل صفائی ان پر جرح کرسکتے ہیں۔"

"میں اپنا یہ حق محفوظ رکھتا ہوں... اس وقت مجھے ان سے کچھ نہیں پوچھنا۔"

"جناب والا! اب میں اپنے دوسرے گواہ انسپکٹر زوار شاہ کو طلب کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"اجازت ہے۔" جج صاحب بولے۔

"انسپکٹر زوار شاہ صاحب! مہربانی فرما کر آپ گواہوں کے کٹہرے میں آجائیں اور حلف اٹھائیں۔"

زوار شاہ آکر کٹہرے میں کھڑا ہوگیا اور حلف کے الفاظ دہرائے...

اب سرکاری وکیل جامی صاحب نے اس سے پوچھا:

"27 دسمبر کی شام جب کہ سورج غروب ہوچکا تھا... آپ اس کھنڈر کی طرف آئے تھے... اس وقت آپ کے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے... جن کا تعارف آپ نے کھنڈر کا مالک کہہ کر کرایا تھا... اور ان کا نام جوزف بتایا تھا۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"آپ اس طرف کیوں آئے تھے۔"

"مجھے مسٹر جوزف وہاں لے گئے تھے... یہ میرے پاس تھانے میں آئے تھے... انہوں نے بتایا تھا کہ ان کے کھنڈر میں کوئی گڑبڑ لگتی ہے... وہاں کچھ لوگ خفیہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں... اس لیے میں ان کے ساتھ وہاں پہنچا تھا۔"

"بہت خوب! آپ نے وہاں کیا دیکھا..."

"یہ لوگ چھت پر موجود تھے... اور چھت پر ایک لاش موجود تھی... میں نے ان سے اپنا تعارف کرایا اور ان سے کہا کہ یہ میرا علاقہ ہے، لہٰذا اس کیس کو خود میں دیکھوں گا... پھر میں نے اپنی کارروائی مکمل کی اور لاش کی تصاویر وغیرہ لینے کا انتظام کیا... اور پھر لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوایا..." انسپکٹر زوار شاہ رٹے رٹائے انداز میں کہتا چلا گیا۔

"اور کیا وہ لاش مسٹر رفیق باجوہ کی تھی۔"

"جی ہاں! بعد میں اس کی شناخت ہوگئی تھی۔"

"آپ کو لاش کے پاس سے کیا کچھ ملا۔"

"ایک گھڑی... اور ایک پین..."

"شکریہ! کیا یہی ہیں وہ چین اور گھڑی ۔" ایم ایم جامی نے جج صاحب کے سامنے سے دونوں چیزیں اٹھائیں اور زوار شاہ کے چہرے کے بالکل نزدیک کر دیں ۔

"جی ہاں! یہ وہی دونوں ہیں۔"

"شکریہ! وکیل صفائی جرح کر سکتے ہیں۔"

"شکریہ! مجھے ان سے کچھ نہیں پوچھنا ... ضرورت سمجھی تو بعد میں سوال کروں گا ۔"

"اب میں تیسرے گواہ کو طلب کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"اجازت ہے ۔"

"میرے اگلے گواہ ہیں... مسٹر جوزف ۔"

جوزف اٹھ کر کٹہرے میں آ گیا:

"جوزف صاحب! آپ کو کیسے معلوم ہوا تھا کہ آپ کی عمارت کے کھنڈرات میں گڑبڑ ہے... یعنی کچھ خفیہ سرگرمیاں جاری ہیں ۔"

"میں نے اپنے مکان کی چھت پر سے دیکھا تھا، میرا م رہائشی مکان کھنڈر سے کچھ ہی فاصلے پر ہے ۔"

"اوہ اچھا... اور وہ کھنڈر بھی آپ کی ملکیت ہے ۔"

"جی ہاں! یہ میں نے کچھ مدت پہلے خریدا تھا ... خیال ہے کہ

وہاں مکان تعمیر کراؤں اور کرائے پر دوں گا... میں ایک پراپرٹی ڈیلر ہوں ... جائیدادیں خریدنا، فروخت کرنا، یہی میرا پیشہ ہے ۔" اس نے جواب دیا ۔

"آپ کا پراپرٹی ڈیلنگ کا دفتر کہاں ہے ۔"

"سرکلر روڈ پر واقع نیلا شاہ بلڈنگ میں ہے ۔"

"شکریہ! وکیل صفائی گواہ جرح کر سکتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے اور گواہ کے قریب آ گئے۔ یہ دیکھ کر سرکاری وکیل ایم ایم جامی کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آئی۔ شاید اس کا خیال تھا کہ اس گواہ پر بھی انسپکٹر جمشید جراح نہیں کریں گے ۔"

پھر جونہی انسپکٹر جمشید نے مسٹر جوزف سے پہلا سوال پوچھا... وہ بری طرح اچھلا :

☆☆☆☆☆

عدالت میں

ان کا سوال یہ تھا:

" مسٹر جوزف ! 27 دسمبر سے پہلے کبھی مسٹر رفیق باجوہ سے ملاقات ہوئی تھی ۔"

" جی ... جی نہیں ! میں نے انہیں اسی روز پہلی بار دیکھا تھا... جب کہ انہیں قتل کیا جا چکا تھا ... یعنی میں نے انہیں زندہ حالت میں کبھی نہیں دیکھا ۔"

" ہوں ! مطلب یہ کہ نہ تو رفیق باجوہ کبھی آپ کے گھر آئے... نہ کبھی آپ ان کے گھر گئے ۔"

" جی ... جی نہیں ۔" اس نے خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ۔

" بہت خوب ... آپ کا گھر اس کھنڈر سے کتنی دور ہے ۔"

" جی ... یہی کوئی دو سو میٹر کے فاصلے پر ۔"

" تب تو آپ کھنڈر کی چھت کو صاف طور پر دیکھ سکتے ہیں ۔"

" جی ہاں ! بالکل ! میں نے بتایا نا ... میرا گھر اس کھنڈر کے قریب ہی ہے ۔"

" شکریہ ! جناب والا ... یہ ایک نئی بات سامنے آئی ہے ... اس کیس میں تفتیش کا رخ مسٹر جوزف کے مکان کی طرف نہیں ہوسکا ... لیکن اب جب کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ نہ تو ان کی ملاقات رفیق باجوہ سے کبھی ہوئی ، نہ کبھی ان کے گھر گئے اور نہ رفیق باجوہ کبھی ان کے گھر آئے... تو مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیجیے ... ان کے گھر کی تلاشی لینے کی ۔"

" اجازت ہے ... آپ کو ایک گھنٹے کی اجازت دی جاتی ہے ... سماعت اب ایک گھنٹے بعد دوبارہ شروع ہوگی ...اس دوران مسٹر جوزف اور سرکاری وکیل عدالت میں ہی ٹھہریں گے ... یہ کسی کو فون نہیں کریں گے ... نہ کسی سے کوئی بات کریں گے ۔"

" شکریہ جناب والا ۔"

اور پھر انسپکٹر جمشید عدالت کی پولیس کے ساتھ جوزف کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچے ... وہاں دروازے پر تالا لگا ہوا تھا اور وہ واقعی کھنڈر کے نزدیک تھا ... جوزف نے پولیس آفیسر کو مکان کی چابی دے دی

تھی... اس سے تالا کھولا گیا ... مکان چھوٹا سا تھا ... انہوں نے تلاشی
لی ... اچھی طرح تلاشی لینے کے بعد آخر انہیں ایک مڑی تڑی سی ٹائی
ملی ... وہ گھر کے کوڑے کی ٹوکری میں پڑی تھی ... انہوں نے ٹائی کو
بغور دیکھا... اور پولیس آفیسر سے بولے :

" چلیے کچھ تو ملا ... اسی سے کام چلا لیں گے ۔"

آفیسر کچھ نہ بولا ... پھر یہ عدالت میں آگئے... ٹھیک ایک گھنٹے بعد
جج صاحب اپنی کرسی پر آبیٹھے اور بولے :

" کارروائی شروع کی جائے ۔"

سرکاری وکیل فوراً آگے بڑھے اور بولے :

" کیا وکیل صفائی کچھ بتائیں گے ... وہ جس مہم پر گئے تھے ...
وہاں انہیں کچھ ملا یا نہیں ۔"

" وکیل صفائی جواب دیں۔" جج صاحب نے کہا ۔

" جناب والا ! میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا ... وکیل استغاثہ اپنی
کارروائی جاری رکھ سکتے ہیں۔"

" بہت بہتر ! اب میں انسپکٹر جمشید کے بیٹے اور اس کیس کے
دوسرے ملزم محمود احمد ولد جمشید احمد سے کچھ سوالات کرنا چاہوں گا ۔"

" اجازت ہے۔"

" آپ اپنے بھائی اور بہن کے ساتھ اپنے والد کے پیچھے بھاگے
گئے تھے ۔"

" سوری لیکن ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہمارے والد ہی تھے
کہ ان کی شکل کے میک اپ کئے کوئی اور شخص..."

" اچھا یونہی سہی ! میں اپنے سوال میں ترمیم کیے لیتا ہوں... کیا
آپ کسی ایسے شخص کے پیچھے دوڑے تھے جو آپ کے والد نہیں تو ان کا
ہمشکل تھا۔"

" جی ہاں !" محمود بولا ۔

" کیوں..."

" اس لیے کہ ہم نے اسے بھاگتے دیکھا تو اس کے پیچھے
دوڑے... کہ کہیں یہی بم رکھنے والا نہ ہو ۔"

" اس کا مطلب ہے ... آپ نے اپنے والد کا تعاقب خود کیا۔"

" جی نہیں... ہم نے اس خیال سے اس کا پیچھا نہیں کیا تھا ...
بلکہ ہمارے نزدیک وہ شخص ہمارے والد کے میک اپ میں تھا ۔"

" جب آپ کھنڈر کے پاس پہنچے تو آپ نے کیا دیکھا ..."

" اس وقت کچھ نظر نہیں آیا تھا... بعد میں جب دیوار سے خون
رستے دیکھا، تب ہم چھت پر چڑھے۔"

"اور وہاں رفیق باجوہ کی لاش پڑی تھی۔"

"اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس کی لاش ہے۔"

"اور لاش کے پاس آپ کے والد کی گھڑی اور پین پڑے تھے۔"

"جی ... جی ہاں۔" اس نے کہا۔

"آپ نے فوراً جان لیا کہ یہ قتل آپ کے والد نے کیا ہے۔"

"جی نہیں ... میں نے یہ ہرگز نہیں جانا۔"

"کیا اس وقت مقتول شخص کا حلیہ انسپکٹر جمشید یعنی آپ کے والد جیسا تھا۔"

"بالکل نہیں ... اس کا چہرہ تو صاف نظر آ رہا تھا۔"

"اور آپ وہاں تک ایک ایسے شخص کے پیچھا کرتے ہوئے پہنچے تھے جس کی شکل آپ کے والد جیسی تھی۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔" محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اور وہاں اس حلیے کا کوئی شخص آپ کو نظر نہیں آیا۔"

"جی ہاں۔"

"اور چھت پر وہ لاش پڑی تھی جسے بعد میں رفیق باجوہ کے طور پر شناخت کیا گیا۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"اور وہاں لاش کے پاس آپ کے والد کی گھڑی اور پین پڑے ملے تھے۔"

"جی ... جی ہاں!"

"شکریہ! آپ جا سکتے ہیں۔"

محمود کٹہرے سے ہٹ آیا:

"جناب والا! میں ان کے بھائی بہن اور انسپکٹر جمشید کے دونوں دوستوں کو بلانے کی ضرورت نہیں سمجھتا ... کیونکہ ان کے جوابات بھی کم و بیش یہی ہوں گے ... اور میں اپنے آج کے دلائل مکمل کر چکا ہوں۔"

"انسپکٹر جمشید! کیا ااپ آج ہی اپنے دلائل پیش کرنا چاہیں گے یا کیس کی کارروائی کیلئے اگلی تاریخ دے دی جائے۔" جج صاحب نے پوچھا۔

انسپکٹر جمشید فوراً آگے بڑھے ... انہوں نے کہا:

"جناب والا ... میں کیس کی کارروائی آج مزید جاری رکھنے کے حق میں ہوں ... اور خود وکیل استغاثہ کو جرح کے لیے طلب کرتا ہوں۔"

"کیا!!!" جج صاحب مارے حیرت کے بول پڑے۔

"جناب والا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ٹھیک ہے... اجازت ہے۔"

اب ایم ایم جامی کٹہرے میں آ کھڑے ہوئے۔ وہ بُرے بُرے منہ بنا رہے تھے:

"آپ نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ رفیق باجوہ کو میں نے قتل کیا ہے... قتل کھنڈر کی چھت پر کیا گیا... کیونکہ وہاں میری گھڑی اور قلم پڑے ملے ہیں... کیا یہی بات ہے۔"

"ہاں بالکل!"

"آپ نے یہ وضاحت نہیں کی کہ مقتول چھت پر کیسے چڑھا اور اس کے پیچھے ہی قاتل چھت پر کیسے چڑھ گیا۔"

ایم ایم جامی کا رنگ اڑتا نظر آیا... لیکن پھر انہوں نے فوراً خود کو سنبھال لیا اور پُراعتماد انداز میں مسکرائے اور بولے:

"ظاہر ہے... سیڑھی کے ذریعے چڑھے تھے۔"

"لیکن وہاں سیڑھیاں نہیں تھیں۔"

"لوہے یا لکڑی کی سیڑھی لگا کر چڑھنا کیا مشکل ہے۔"

ایم ایم جامی نے منہ بنایا۔

"لیکن وہاں لکڑی کی سیڑھی بھی نہیں ملی..."

"آپ نے قتل کیا اور سیڑھی اٹھا کر فرار ہو گئے۔"

"گویا سیڑھی کا انتظام میں نے کیا تھا... تب پھر مقتول کیوں چھت پر چڑھا۔"

"آپ نے سیڑھی وہاں پہلے سے لگا رکھی تھی... مقتول وہاں آیا... سیڑھی دیوار سے لگی دیکھ کر سمجھا کہ آپ اور وہ لوگ جن سے آپ نے فائل کا سودا کیا تھا اوپر ہیں... اور جلد بازی کے عالم میں اسے اور تو کچھ نہ سوجھا، بس چھت پر چڑھ گیا... آپ اسی انتظار میں تھے... اس کے پیچھے اوپر چڑھ گئے اور آپ نے اسے قتل کر دیا۔"

"سوال یہ ہے کہ مقتول کو وہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ ضرورت خود آپ نے پیدا کی تھی... جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ آپ نے اس تک خود یہ جھوٹی اطلاع پہنچائی تو آپ نے اسے ادھر آنے کے لیے پہلے ہی فون کر رکھا تھا... آپ چھپے ہوئے تھے... جونہی وہ آیا، آپ اپنا کام کر گزرے۔"

"میری تو اس سے ان بن ہوئی تھی، پھر وہ کیوں آنے لگا۔"

"آپ نے آواز بدل کر فائل کا حوالہ دے کر اسے بلایا... فائل کے سلسلے میں وہ پہلے ہی پریشان تھا... بس چلا آیا کہ آپ کے اصل کردار کو بے نقاب کر دے اور یہ ثابت کر دے کہ فائل درحقیقت آپ

ہی کے پاس تھی جو آپ دشمن ملک کو فروخت کرنا چاہتے تھے ۔"

" شکریہ مجھے آپ سے یہی سوالات کرنے تھے ۔"

ایم ایم جامی کٹہرے سے اتر آئے... اب جامی نے جج صاحب کی طرف رخ کر کے کہا :

" جناب والا ! اجازت ہو تو میں اب عدالت کو اس قتل کی ویڈیو فلم دکھانا چاہتا ہوں ۔"

جج صاحب نے فوراً انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا :

" کوئی اعتراض ۔"

" جی ہاں جناب والا ! آخر وہاں اس واقعے کی فلم کیسے بنا لی گئی ۔"

" میں عرض کرتا ہوں ... مسٹر جوزف کو کھنڈرات میں کچھ مشکوک لوگوں کی آمد و رفت نظر آ رہی تھی ۔ کچھ دنوں سے پراسرار کارروائیاں وہاں جاری تھیں ... انہوں نے یہ جاننے کے لیے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا کر رہے ہیں ، وہاں دو تین کیمرے لگا رکھے تھے ۔"

" تب تو پھر چند دن پہلے کی فلم بھی ہونی چاہیے ۔"

" وہ بھی دکھائی جائے گی ۔" وہ مسکرائے ۔

" ٹھیک ہے ، مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔"

اب عدالت میں ملٹی میڈیا اسکرین لگا کر فلم کی ڈی وی ڈی ایم

جامی کے لیپ ٹاپ کمپیوٹر پر شروع ہوئی ...اسکرین پر کھنڈر کا منظر صاف نظر آیا ... پھر اس میں چند سائے داخل ہوئے... انہوں نے اپنے چہرے چھپائے رکھے تھے...وہ ادھر ادھر گھومتے رہے ... چیزوں کو الٹ پلٹ کرتے رہے، جیسے کسی چیز کی تلاش میں ہوں ... انہوں نے ایک دوسرے کو اشارے بھی کیے... ان کی یہ حرکات کافی دیر تک جاری رہی، پھر وہ کھنڈر کے پچھلی طرف چلے گئے ...اور منظر پر صرف کھنڈر رہ گیا۔

اس قسم کے کئی مناظر دکھائے گئے ... پھر دوڑتا ہوا ایک شخص کھنڈر تک آیا ... اور کھنڈر کی دیواروں کے پیچھے غائب ہوگیا ... اس کے بعد محمود، فاروق ، فرزانہ ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد آتے نظر آئے... انہو ں نے کھنڈر میں داخل ہوکر آنے والے کی تلاش شروع کی ۔ پھر دیوار سے بہتا خون دیکھ کر وہ چھت پر چڑھے اور لاش دریافت ہوئی... اس کے بعد وہاں انسپکٹر زوار شاہ مسٹر جوزف کے ساتھ آتا نظر آیا ...ان کے درمیان بات چیت ہوئی ... زوار شاہ چھت پر چڑھا... پھر لاش کے سلسلے میں ساری کارروائی ، تفصیل سے نظر آئی... چھت پر سے زوار شاہ گھڑی اور پین اٹھاتا دکھائی دیا ، اس نے گھڑی اور پین انہیں دکھائے... اس کے بعد فلم بند کر دی گئی ... اب ایم ایم جامی نے عدالت سے مخاطب ہو کر کہا :

"لاش کے پاس انسپکٹر جمشید کی گھڑی اور پین کا ملنا ، اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ یہ قتل انہوں نے کیا ہے ... انسپکٹر جمشید رفیق باجوہ کو ٹھکانے لگانے کا منصوبہ پہلے سے ہی بنا چکے تھے ... کیونکہ وہ ان کی غداری کو بھانپ چکا تھا...وہ فائل دراصل انسپکٹر جمشید نے خود شارجستان کے کسی ایجنٹ کے حوالے کی ... یہ بات رفیق باجوہ کے علم میں آ گئی... اب اگر یہ اسے قتل نہ کرتے تو خود مارے جاتے ...رفیق باجوہ ان کا سارا راز کھول دیتا ... دراصل جناب والا یہ لوگ بڑے محب وطن بنے پھرتے ہیں... لیکن یہ اندر سے کیا ہیں ، یہ اس قتل سے ثابت ہوگیا ہے ...مجھے اور کچھ نہیں کہنا ... اس قلم کے سلسلے میں وکیل صفائی کچھ کہنا چاہیں...یا کسی پر جرح کرنا چاہیں تو ہم حاضر ہیں ...بس جناب والا ! میرے دلائل مکمل ہوئے ۔"

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں...۔" جج صاحب نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا .. گویا وہ بھی کارروائی کو مکمل خیال کر بیٹھے تھے یعنی اب تو بس انہیں ان دلائل کی روشنی میں فیصلہ سنانا تھا ... جو کسی بھی تاریخ کو سنایا جاسکتا تھا۔ ان کی بات سن کر انسپکٹر جمشید پرسکون انداز میں اٹھے اور جج صاحب کے قریب آ کر بولے :

"جناب والا ! ہم پر بہت سنگین الزام عائد کیا گیا ہے ... لہٰذا

ہمیں اپنے دفاع کا پورا پورا حق دیا جائے ۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں ۔" جج صاحب بولے ۔

"اس کیس میں کچھ پیچیدگیاں ہیں... ہم ان کو اس وقت تک دور نہیں کر سکتے ، جب تک کہ ہمیں ضمانت پر رہا نہ کر دیا جائے اور اس کیس پر مزید تفتیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے ، لہٰذا میری درخواست ہے کہ صرف ایک دو دن کی مہلت دی جائے ...اگر ہم اس مہلت میں خود کو بیگناہ ثابت نہ کر سکیں تو آپ اپنا فیصلہ سنا دیجیے گا۔"

"میرے خیال میں اب کسی مہلت کی ضرورت نہیں ... قتل کا جرم ان پر ثابت ہو چکا ہے ۔" ایم ایم جامی نے فوراً کہا ۔

"لیکن مہلت دینے میں کیا حرج ہے ... عدالت ان حضرات کو دو دن کی مہلت دیتی ہے ... انہیں رہا کرتی ہے ۔"

اور کمرۂ عدالت میں خوشگوار حیرت پھیل گئی ... ساتھ ہی جج صاحب اٹھ کھڑے ہوئے :

☆☆☆☆☆

کہاں !

" یہ وقت بھی آنا تھا ... ہمیں ضمانت پر رہا ہونا تھا ..."
فاروق نے سرد آہ بھری ۔ باقی مسکرا دیے ۔

" ویسے ابا جان... اب آپ کیا کرنا چاہتے ہیں ... آپ کے ذہن میں کیا ہے ۔"

" ہم نواب فاضل بیگ کی طرف جا رہے ہیں ... یہ ٹھیک ہے کہ میں نے کچھ دن پہلے رفیق باجوہ کو اپنے دفتر میں بلایا تھا ... مجھے اس پر شک بہت پہلے شروع ہوا تھا ... اس وقت ہم خفیہ طور پر اس کی حرکات اور سکنات پر نظر رکھے ہوئے تھے... یہ بات غالباً رفیق باجوہ نے محسوس کرلی ... اس نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خبردار کر دیا ... دشمن ملک کے سرکاری انٹیلیجنس ادارے کے ذمے یہ کام لگایا گیا... وہ رفیق باجوہ کو ٹھکانے لگانا چاہتے تھے ... تاکہ اس کا معاملہ راز رہ جائے ... ہم یہ نہ جان سکیں کہ رفیق باجوہ یہاں معلومات کیسے پہنچاتا ہے ... ظاہر ہے، یہ

بات صرف ایک صورت راز رہ سکتی تھی کہ رفیق باجوہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے ...ساتھ ہی انہوں نے مجھے بھی باجوہ کے قتل کیس میں پھنسانے کا پلان بنایا...پلان اس قدر الجھاؤ والا تھا کہ مجھے اس میں یا توموت کی سزا ہوجائے ورنہ عمر قید...دونوں ہی صورتوں میں ان کا کام بن جاتا...سو انہوں نے اس کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی... مجھے اغواء کیا گیا اور یہ پھر انہوں نے فاضل بیگ کی دعوت سے اپنی کارروائی شروع کی ... کیونکہ اس کام کیلئے وہ مناسب ترین موقع تھا...اس لئے کہ ملک کے ممتاز ترین اور جانے مانے لوگ وہاں موجود تھے...اور ان لوگوں کی گواہیاں بہت اہمیت رکھتی تھیں...اسی لئے بقول محمود جب تم لوگ میرے موبائل فون پر اپنے نمبروں سے ڈائل کرتے رہے تو کال ریسیو نہیں کی گئی...اور ایسا دانستہ کیا گیا ... پھر جب آئی جی صاحب نے اپنے نمبر سے کال ملائی تو فوری ریسیو کی گئی... مقصد یہ تھا کہ بعد میں عدالت میں آئی جی صاحب کو کٹہرے میں بلا کر یہ گواہی دلوائی جا سکے کہ میں تے اسی شہر میں موجود ہونے کے باوجود یہ جھوٹ بولا کہ میں ملک سے باہر ہوں اور یہ ثابت کیا جا سکے کہ میں اپنی موجودگی ملک سے باہر اس لئے ظاہر کررہا ہوں کہ جب رفیق باجوہ کے قتل کا کیس چلے اور الزام مجھ پر آئے تو

میں یہ کہہ کر بری الذمہ ہونے کی کوشش کروں کہ میں تو قتل کے روز
میں یہاں موجود ہی نہیں تھا...اور جب میں عدالت میں یہ بیان
دوں تو دعوت میں موجود ملک کے اہم لوگوں سے یہ گواہی میرے
خلاف دلوائی جائے کہ انہوں نے مجھے دعوت والے روز وہاں سے
فرار ہوتے دیکھا تھا...اس طرح میں جھوٹا ثابت ہوجاؤں اور عدالت
میرے بیان کو رد کر کے اور میرے خلاف مضبوط گواہیوں کی بدولت مجھے
موت یا عمر قید کی سزا سنا دے ... جبکہ دراصل ہوا یہ کہ میرا موبائل فون
تو میرے پاس تھا ہی نہیں... نہ میں نے تم سے یا آئی جی صاحب سے
دعوت والے روز فون پر بات کی...تم سے میری آواز میں بات کرنے
والا ان کا ہی کوئی ایجنٹ رہا ہوگا اور دعوت سے میرے چہرے کے میک
اپ میں فرار ہونے والا بھی ان کا ہی کوئی کارکن ... اور بس ... کھنڈر
کی چھت پر رفیق باجوہ کو پہلے ہی قتل کیا جا چکا تھا... کوٹھی سے بھاگنے
والے کا کام تو بس اتنا تھا کہ معتبر حیثیت کے لوگ انسپکٹر جمشید
یعنی مجھے واضح طور پر وہاں سے بھاگتے ہوئے دیکھ لیں تا کہ سند رہے
اور میرے خلاف عدالتی کارروائی کے دوران کام آئے ...دوسرا مقصد یہ
تھا کہ تمہیں کھنڈر تک بھگائے لئے چلا جائے ... تاکہ وہاں پہنچ کر تم
پولیس کے سامنے تصدیق کرسکو کہ گھڑی اور پین تمہارے والد کے یعنی

میرے ہی ہیں... اور ہمیں رفیق باجوہ کے قتل کے جرم میں پھانس لیا
جائے ۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے ۔

"تب پھر یہ سب تو وہ کرنے میں کامیاب ہوچکے ہیں اور عدالت
کی نظروں میں ہمیں مجرم ثابت بھی کر چکے ہیں... کیونکہ ہمارے پاس
اپنے اس سچ کو ثابت کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے...وکیل جامی
عدالت کے سامنے اس کو ایک من گھڑت کہانی قرار دے کر
چٹکیوں میں اڑا دے گا...اب آپ کیا کریں گے ۔"

"مجھے سرکاری حکم کے مطابق دوسرے ملک جانا تھا ... جبکہ راستے
ہی میں مجھے اغوا کرنے کا پروگرام طے ہوچکا تھا ...اس سے تم کیا
اندازہ لگا سکتے ہو ۔" انہوں نے مسکرا کر کہا ۔

"اوہ ! تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ محکمہ سراغرسانی کا کوئی آدمی
اس معاملے میں ملوث ہے ..."

"ہاں ! سرکاری پروگرام بھی پہلے ہی طے کر لیا گیا تھا ...یعنی میرا
جانا طے ہوگیا تھا تاکہ مجھے راستے میں سے اغوا کرلیا جائے...پلان یہ
ذہن میں رکھ کر بنایا گیا تھا کہ مجھ سے رابطہ نہ ہونے کی صورت میں بھی
تم لوگ شک میں مبتلا نہ ہو اور اسے کوئی غیر معمولی بات نہ سمجھو...
اس دوران مجھے نیند کے انجکشنوں کے ذریعے بے ہوش رکھا جائے اور

میری چیزیں نکال لی جائیں... تاکہ ان کو لاش کے پاس ڈال دیا جائے... اور اپنا کیس مضبوط کر لیا جائے... سو مجھے اغوا کر لیا گیا... سوال یہ ہے کہ میرے دفتر میں وہ کون شخص ہے... جو مجھے بیرون شہر بھیجنے کی طاقت رکھتا ہے..."

"کیا مطلب؟"

"ہاں! ہمیں اس شخص کو تلاش کرنا ہے... اسے باہر نکال کر لانا ہے... تبھی ہم اصل مجرم تک پہنچ سکتے ہیں..." یہ کہہ کر انہوں نے آئی جی صاحب کو فون کیا... ان کی آواز سنتے ہی وہ بولے:

"ہاں جمشید! کیا رہا... میں بہت فکر مند ہوں۔"

"اللہ بہتر کرنے والے ہیں سر... فکر نہ کریں... آپ صرف یہ بتا دیں... آپ نے مجھے شہر زدفا کس کے کہنے پر بھیجا تھا؟"

"کیوں جمشید... تم نے یہ کیوں پوچھا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں ابھی بتا دیتا ہوں سر... پہلے آپ نام بتا دیں۔"

"محکمہ دفاع کی سیکرٹ سروس کے ڈائریکٹریٹ کے سینئیر افسر سرفراز گانو کی طرف سے ہدایات آئی تھیں... اس میں بتایا گیا تھا کہ شہر زدفا میں دشمن ممالک کی بہت پراسرار سرگرمیوں کی اطلاعات

مل رہی ہیں... جو ہمارے ملک کے مفادات کے خلاف ہیں... لہٰذا وہاں فوری طور پر انسپکٹر جمشید کو بھیجنا چاہیے... رپورٹ میں تمہارا نام لیا گیا تھا... میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ تمہیں بھیج دیا جائے... بس میں نے تمہارے بارے میں یہ ہدایات لکھ دیں... جانے کا دن اور تاریخ لکھ دی۔"

"رپورٹ پر دستخط کس کے تھے سر!"

"اتنی ہائی پروفائل رپورٹیں صرف اور صرف ڈائریکٹر جنرل کے دستخطوں سے ہی جاری ہوسکتی ہیں۔"

"شکریہ! سر... مجھے بس یہی معلوم کرنا تھا... اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ... میں شہر زدفا تک تو پہنچ ہی نہیں سکا تھا۔"

"کیا کہا..."

"ہاں سر! یہی بات ہے... مجھے راستے میں ہی اغوا کر لیا گیا تھا اور رفیق باجوہ کے قتل کے بعد میری جیبوں سے حاصل کردہ چیز وہاں ڈال دی گئیں... تاکہ مجھے مجرم ثابت کر دیا جائے... پھر اس بعد محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو بھی اغوا گیا... ہم سب کو ایک عمارت میں بے ہوش کر کے قید میں رکھا اس وقت چھوڑا گیا جب قانون کی نظروں میں ہم مجرم بن چکے

"بہت خوب! اب بات سمجھ میں آئی... لیکن جمشید... اب تم خود کو بے گناہ کس طرح ثابت کروں گے۔"

"اسی کام کے لیے میں نے عدالت سے مہلت مانگی ہے...۔"

"میرا سوال تو اب بھی اپنی جگہ پر ہے... تم خود کو بے گناہ کس طرح ثابت کروں گے۔"

"میں پورے کیس کا نئے سرے سے جائزہ لے رہا ہوں... اب مجھے محکمہ دفاع کے ڈائریکٹریٹ کے افسران کو بھی شامل تفتیش کرنا پڑے گا..."

"کیا مطلب... محکمہ دفاع پر شک کر رہے ہو تم... جانتے ہو وہاں کا زیادہ تر عملہ ملٹری افسران پر مشتمل ہے۔"

"لیکن سر! شہر زدقا میں مجھے بھجوانے کا کام انہوں نے کیا ہے... اور میری خفیہ فورس نے وہاں اپنا کام کیا ہے... ان کا کہنا ہے... اس شہر میں کہیں کوئی پراسرار سرگرمیاں نہیں ہو رہیں۔"

"اوہو اچھا!" مارے حیرت کے آئی جی صاحب کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں! اب اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ مجھے ان کے ذریعے ادھر روانہ کیا گیا... اور میرے اغوا کا انتظام کیا گیا... مجھے بے ہوشی

کے عالم میں رکھا اور جب انہوں نے رفیق باجوہ کو قتل کر دیا تو میری چیزیں وہاں ڈال دیں... رفیق باجوہ دراصل ان کے لیے کام کر رہا تھا اور ملک سے غداری کا جرم بھی کر رہا تھا... لیکن جب ان لوگوں نے دیکھا کہ مجھے رفیق باجوہ پر شک ہو گیا ہے... تو انہوں نے اسے راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنا لیا... اسے راستے سے ہٹانا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا... لیکن وہ چاہتے تھے کہ ایک تیر سے دو شکار کیے جائیں... چنانچہ انہوں نے اس کیس میں بطور قاتل مجھے الجھانے کا منصوبہ ترتیب دیا... لیکن میں یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ محکمہ دفاع کے ڈائریکٹر جنرل اس سازش میں خود شریک ہیں یا نہیں... اور فاضل بیگ بھی شامل ہیں یا نہیں... فاضل بیگ اگر اس سازش میں شامل ہیں تب تو ریموٹ کنٹرولر پر ان کی انگلیوں کے نشانات کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے... کیونکہ یہ سارا معاملہ الجھن اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کا ہی ہے... اور اگر انہوں نے وہ نشانات خود نہیں بنائے تو پھر نشانات ضرور سوتے ہوئے لیے گئے ہیں اور ایسا گھر کا کوئی فرد یا ملازم ہی کر سکتا تھا... بس ہم اب اس بات کی تہہ تک پہنچنے کے لیے ان کے گھر جا رہے ہیں..."

"اور محکمہ دفاع کے بارے میں کیا کرو گے۔" آئی جی بولے۔

"ان کے لئے بھی بہت احتیاط سے قدم اٹھانا ہوگا...ان کے بارے میں تو پہلے معلوم ہی نہیں تھا، ابھی معلوم ہوا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے... لیکن یہ دیکھ لو... کہ تمہارے پاس صرف دو دن ہیں... اگر ان دو دنوں کے اندر اندر تم مجرموں کو بے نقاب نہ کر سکے تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا۔"

"آپ فکر نہ کریں سر... اللہ مالک ہے۔"

اور پھر وہ وہاں سے نواب فاضل بیگ کی کوٹھی پہنچے۔انہوں نے حیرت زدہ انداز میں ان کا استقبال کیا:

"میں نے تو سنا تھا... آپ لوگوں نے خود کو قانون کے حوالے کر دیا ہے اور آپ کا کیس عدالت میں شروع ہے۔"

"ہمیں آج ہی ضمانت پر رہا کیا گیا ہے۔"

"اوہو اچھا! خیر فرمایئے... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"ہمارا یہ کیس آپ کے گھر سے شروع ہوا تھا... اور اس میں یہ بات عجیب ترین نظر آئی تھی کہ ریموٹ کنٹرولر پر خود آپ کی انگلیوں کے نشانات تھے۔ آپ کا کہنا ہے، آپ نے ریموٹ کنٹرولر کو چھوا تک نہیں... اب سوال یہ ہے کہ پھر اس پر آپ کی انگلیوں کے نشانات کس طرح آگئے... یہاں کسی نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ

نشانات اس آلے پر سوتے میں لیے گئے ہوں گے... اور واقعی ایسا ممکن ہے... اب اس کی صرف دو صورتیں ہیں یا تو نشانات خود آپ نے اس ریموٹ پر بنائے تاکہ کیس زیادہ سے زیادہ پراسرار ہو جائے یا پھر کسی اور نے سوتے میں نشانات لے لیے... ہمیں معلوم یہ کرنا ہے کہ دونوں میں سے کون سی صورت اپنی جگہ پر ٹھیک ہے۔"

"ہوں! کرلیں معلوم روکا کس نے ہے۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"اگر آپ کے سوتے میں وہ نشانات لیے گئے ہیں...تو پھر یہ کام آپ کے گھر کے کسی فرد کا ہے... یا پھر گھر کے کسی ملازم کا... ملازم والی بات دل کو لگتی ہے کیونکہ یہاں بم دبانے کے لیے گڑھا بھی تو کھودا گیا تھا اور یہ کام ملازم کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے... آپ میرے ملازمین سے پوچھ تاچھ کر لیں... مجھ سے سوالات کرنا چاہیں تو بتا دیجیے گا، میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"بہت بہتر! آپ اپنے ملازمین کو بھیج دیں... ہم آپ کی عدم موجودگی میں ان سے سوالات کرنا پسند کریں گے۔"

"کیا آپ لوگ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہم سب پر شک کر رہے ہیں... آپ ملازمین کو بھیج دیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

جلد ہی کمرے میں چار افراد داخل ہوئے:

"آپ لوگ پہلے اپنا تعارف کرا دیں اور یہ بھی بتا دیں کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔"

"جی اچھا! میرا نام خاور رشید ہے۔ میں مالی ہوں۔" پہلا بولا۔

"اور میرا نام سردار خان ہے ... میں چوکیدار ہوں۔"

"مجھے خالد نثار کہتے ہیں ... میں باورچی ہوں۔"

"اور میں اختر سہیل ... صفائی ستھرائی اور سودا سلف لانے کے علاوہ نواب صاحب کا ذاتی خدمتگار بھی ہوں۔"

انہوں نے ان چاروں کو غور سے دیکھا... پھر انسپکٹر جمشید نے پوچھا:

"اور آپ چاروں کو یہاں کام کرتے کتنی مدت ہوگئی۔"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر سردار خان نے کہا:

"میں، خاور رشید اور خالد نثار تینوں پرانے ملازم ہیں۔ صرف اختر سہیل نیا ہے... اسے تو ابھی مشکل سے ایک ماہ ہوا ہے کام پر آتے ہوئے۔"

"اوہو اچھا... یعنی بم والی دعوت سے پندرہ دن پہلے!" ان کے لہجے میں حیرت در آئی، پھر بولے:

"ٹھیک ہے ... ہم پہلے انہی سے بات کریں گے ... آپ باہر چلے جائیں ... جب ہم ان سے بات کرلیں گے ... تو پھر آپ تینوں کو باری باری بلالیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ تینوں کمرے سے نکل گئے... اب اندر ان کے ساتھ صرف اختر سہیل رہ گیا:

"تو آپ یہاں صرف پندرہ دن پہلے ملازم ہوئے ہیں۔"

"جی ... جی سر۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"اس سے پہلے آپ کہاں کام کرتے تھے۔"

"نیوی کے ایک افسر تھے نعمان صاحب ... ان کے ہاں سر۔"

"ٹھیک ہے... تم جا سکتے ہو۔"

"شکریہ سر۔" یہ کہہ کر وہ جانے کیلئے مڑا۔

"ٹھہرو۔" اچانک انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

وہ چونک کر پلٹا۔ انہوں نے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

☆☆☆☆☆

اطمینان کا سورج

چند لمحے تک وہ اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے ۔ آخر انسپکٹر جمشید نے کہا : ” تم سے پہلے یہاں تمہاری جگہ کون کام کرتا تھا ۔“

” معلوم نہیں سر ! میں نے اسے دیکھا نہیں ... میرا مطلب ہے کہ میرے یہاں آنے سے پہلے وہ جا چکا تھا ... پرانے لوگوں سے بس اتنا معلوم ہوا کہ اس کا نام علی اکبر تھا ۔“

” لیکن نواب صاحب نے اسے کیوں فارغ کر دیا اور یہاں آپ کو ملازمت کس طرح مل گئی ؟“

” نواب صاحب کی بیگم صاحبہ نے نعمان صاحب کی بیگم صاحبہ سے شاید ذکر کیا تھا کہ ان کا ملازم اچانک غائب ہوگیا تھا ... اس پر انہوں نے مجھے کہا کہ تم نواب صاحب کے ہاں کام کرلو ... دراصل ان کے پاس میرے علاوہ چند اور بھی ملازم ہیں ... انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں چند دن کے لیے ان کے ہاں بھیج دیتے ہیں ... جب

بیگم نواب فاضل کو باورچی مل جائے تو تم واپس چلے آنا .. مطلب یہ کہ میں دراصل انہی کا ملازم ہوں ... یہاں تو بس عارضی طور پر آیا ہوا ہوں ۔“

” بہت خوب ! رات کے وقت آپ کیلئے کیا احکامات ہوتے ہیں ۔“ انہوں نے پوچھا ۔

” جی ہاں ! نواب صاحب رات کو سوتے وقت دودھ پینے کے عادی ہیں ... جب تک وہ دودھ نہیں پی لیتے ... میں ان کے کمرے میں ان کے سامنے کھڑا رہتا ہوں ... جب پی لیتے ہیں تو جگ اور گلاس لے کر نکل آتا ہوں ۔“

” بہت خوب ! تو اس کا مطلب ہے کہ ریموٹ کنٹرول پر نواب صاحب کی انگلیوں کے نشانات تم نے لیے تھے ۔“

” ن نہیں !“ وہ چلا اٹھا ... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا ۔

” گھبرانے کی ضرورت نہیں ... ہم جانتے ہیں ۔“ انسپکٹر جمشید نے مسکراتے ہوئے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا ۔

” جی ... آپ جانتے ہیں ... کیا ؟“

” یہ کام تم نے اپنی مرضی سے نہیں کیا ۔ کسی کے کہنے پر کیا ہے ۔“

” ت نہیں ۔“

" اگر تم نے سچ نہ بولا تو ہم تم کو پولیس اسٹیشن لے جائیں گے...

اور وہاں جب تم کو شکنجے میں کسا جائے گا تو فرفر بولنے لگو گے۔"

" نن نہیں..." وہ اور زیادہ خوف زدہ ہوگیا۔

" بس تو پھر سچ اگل دو۔"

" میرا یقین کریں سر! میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔" اس کی آواز تھرا گئی تھی اور وہ پوری جان سے لرز رہا تھا۔ یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

" اچھا ٹھیک ہے... تم جاؤ۔"

" مم... میں نے کچھ نہیں کیا سر... نعمان صاحب کے گھر دس سال سے ملازمت کررہا ہوں... وہ میرے کردار کے گواہ ہیں۔"

" ٹھیک ہے ہم ان سے بھی پوچھ لیں گے... اب تم جاؤ۔"

اور وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اب انہوں نے فاضل بیگ کو بلوایا۔ تھوڑی دیر بعد فاضل بیگ کمرے میں داخل ہوئے۔

" فرمایئے جناب! تفتیش مکمل ہوگئی آپ کی..."

" ابھی تو شروع ہوئی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

" اب اور کس سے پوچھ گچھ کرنا باقی ہے۔"

" اختر سہیلی کو آپ کے ہاں کام کرتے صرف ایک مہینہ ہوا ہے۔

اس سے پہلے اس کی جگہ کون ملازم تھا۔"

" علی اکبر نام تھا اس کا! ایک دن صبح کو دوسرے نوکروں نے بتایا کہ وہ رات گئے کوٹھی سے نکل گیا تھا... بس اتنا کہہ کر گیا کہ وہ اپنے گاؤں واپس جارہا ہے... وہاں اس کی چھوٹی سی زمین بھی اس نقشے میں آگئی ہے جس پر فوجی چھاؤنی بنانے کا پروگرام ہے... گاؤں میں اس کی ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں... اس لئے اسے جانا پڑ رہا ہے۔"

" تو آپ نے اس کے بعد اسے ڈھونڈنے کی یا کسی طرح رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

" کس کے پاس اتنا وقت ہے آج کل... اور پھر یہ ملازم تو آتے جاتے ہی رہتے ہیں... اب وہ زمانے کہاں جب ملازم لوگ ایک ہی حویلی یا گھر میں زندگی گزار دیا کرتے تھے۔"

" لیکن ہمیں اس کو تلاش کرنا ہوگا۔"

" مگر وہ تو دعوت سے پندرہ روز پہلے ہی چلا گیا تھا... اس سے اس معاملے کا کیا تعلق..."

" تعلق ہی تو ڈھونڈنا ہے... کوئی ایڈریس تو ہوگا آپ کے پاس اس علی اکبر کا..."

"نہیں سوری... میرے پاس نہیں ہے۔" فاضل صاحب کے لہجے میں تیزی کی اس لہر کو ان سب نے محسوس کیا۔انسپکٹر جمشید نے چونک کر انہیں غور سے دیکھا۔لیکن تو اب فاضل نے دوسرے ہی لمحے خود کو سنبھال لیا اور مسکرا کر بولے: "ہونا تو چاہیئے... شاید اس کے کسی ساتھی ملازم کو علم ہو۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم سرونٹ کوارٹرز کا وہ کمرہ ایک نظر دیکھ لیں جہاں وہ سوتا تھا..." فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"میرا خیال ہے یہ زیادہ مناسب رہے گا..." انسپکٹر جمشید نے اس کی تائید کی...فرزانہ نے چڑانے والے انداز میں محمود اور فاروق کی طرف دیکھا۔

"اب اس میں اترانے والی کیا بات ہے۔" محمود تلملا کر بولا۔

"تلملانے والی بھی کوئی بات نہیں ہے..." فرزانہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"جب کوئی کبھی کبھار عقلمندی سوجھتی ہے تو لوگ ایسے ہی اتراتے ہیں۔" فاروق بزرگانہ انداز میں بولا۔

"تم کو روکا تو نہیں کسی نے عقلمندی کی باتیں کرنے سے..." فرزانہ جلانے والے انداز میں مسکرائی۔

"ارے بھئی تم لوگ یہ نوک جھونک کا پروگرام کسی اور وقت کیلئے اٹھا رکھو... چلو سرونٹ کوارٹرز کی طرف چلتے ہیں۔"

"آپ فرزانہ کو بھی تو سمجھائیں...نا موقع دیکھتی ہے نہ محل..."

"کوئی بات نہیں ... چھوٹی بہن ہے..."

اور فرزانہ نے دونوں کو منہ چڑا دیا۔

☆☆☆

اب وہ سب سرونٹ کوارٹرز کی طرف پہنچے ...ان کے ساتھ فاضل بیگ کے علاوہ تینوں پرانے ملازم اور اختر سہیل بھی تھا... یہاں بڑے سے لان کے ایک کونے میں درختوں کی چھاؤں میں گھرے چار پانچ کمرے بنے ہوئے تھے:

"یہ تھا جناب اس علی اکبر کا کمرہ ...جو آج کل اختر سہیل کے استعمال میں ہے۔" خالد نثار باورچی نے ایک کمرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں! آؤ اندر سے دیکھیں ..." یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے اندر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

"تو یہ سب تمھارا سامان ہے اختر!" انسپکٹر جمشید نے ایک طرف رکھے اٹیچی کیس اور ایک گٹھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی سر! یہ میرا سامان ہے۔"

"تو پھر اس الماری میں کیا ہے..." یہ کہتے کہتے انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر الماری کے دونوں پٹ کھول دیئے...لوہے کی زنگ آلود پرانی الماری نے کھلتے وقت چوں چر چوں کا شور بلند کیا...یہ گویا اس بات کا اظہار تھا کہ اسے کچھ عرصے سے کھولا نہیں گیا۔

"میں نے اسے کبھی نہیں کھولا..." اختر سہیل جلدی سے بولا۔

"کیوں؟"

"ہم نے اس سے کہا تھا جناب کہ اس میں علی اکبر کا کچھ سامان رکھا ہے اور چونکہ وہ جلدی میں یہاں سے گیا تھا اس لئے سامان لے جانے کا اسے موقع نہیں مل سکا تھا تو ممکن ہے وہ اپنی چیزیں لینے واپس آجائے... کیونکہ وہ تو جاتے وقت اپنی تنخواہ بھی لے کر نہیں گیا...اور آج کل کے مہنگائی کے زمانے میں کون اپنی تنخواہ چھوڑتا ہے جناب۔" سردار خان چوکیدار ایک ہی سانس میں کہتا چلا گیا۔

"ہوں! محمود اور فاروق! ذرا دیکھنا تو سہی الماری میں کیا ہے۔"

محمود اور فاروق آگے بڑھے اور الماری میں سے چیزیں نکال نکال کر فرش پر ڈھیر کرنا شروع کر دیں۔ لیکن سامان میں کپڑوں، ایک پرانے ریڈیو اور لوڈو کی چند گوٹیوں کے سوا کچھ نہ ملا...اس دوران جبکہ سب لوگوں کی توجہ سامان پر تھی ... انسپکٹر جمشید خاموشی سے سب کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہے تھے ... جس وقت محمود اور فاروق الماری کی تلاشی مکمل کر چکے اور انہیں کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے انہیں کوئی مدد مل سکتی تو اسی وقت انسپکٹر جمشید کو ایک چہرے پر بلا کا اطمینان نظر آیا...اس چہرے پر انہیں سکون کا سورج طلوع ہوتا دکھائی دیا۔

☆☆☆☆☆

کھل جا سم سم

ابھی وہ سرونٹ کوارٹروں سے باہر نکل کر چند قدم ہی آگے آئے تھے کہ فرزانہ زور سے چونکی: ''ارے میری گھڑی کہاں گئی...'' اور پھر وہ واپس دوڑ پڑی... چند لمحوں بعد واپس لوٹی تو جھینپے ہوئے انداز میں مسکرا رہی تھی ... کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے بولی: ''کمال ہے ... پتا نہیں کیسے گھڑی ہاتھ سے گر گئی۔''

''ہاں کمال ہی تو ہے ... ہاتھ تو لگایا نہیں کسی چیز کو ... ہم دونوں میں سے کسی کی گھڑی گرتی تو بات سمجھ میں بھی آتی ... کہ کام ہم نے کیا اور گھڑی ہاتھ سے نکل گئی ان محترمہ کی ...'' فاروق کہتا چلا گیا۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید نے اسے کچھ اس طرح گھور کر دیکھا کہ اس کی بولتی بند ہوگئی ... فرزانہ بھی فاروق کو جواب دینے کیلئے منہ کھول ہی رہی تھی کہ اس کی نظر اپنے والد کے چہرے پر پڑی ... ان کے اس انداز کا مطلب وہ بخوبی سمجھتے تھے ... یعنی ''خاموش رہو اور جتنی جلد ممکن

ہو یہاں سے نکلنے کی کرو۔''

باہر نکل کر جیپ میں بیٹھے۔ انسپکٹر جمشید نے جیپ اسٹارٹ کی اور پھر جیسے ہی کھلی سڑک پر آئے ... ان کے منہ سے نکلا:

''لو بھئی کھیل شروع ہوگیا ... ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔''

''لیکن کیوں؟ ہمیں تو کوئی ایسا سراغ نہیں ملا جس کو واپس ہتھیانے کیلئے ہمارا تعاقب کیا جائے۔'' محمود نے حیران ہو کر انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر جمشید اس وقت ریئر ویو مرر میں تعاقب کرنے والی گاڑی کو دیکھ رہے تھے۔ یہ ایک لینڈ کروزر جیپ تھی جس کے اندر چار افراد موجود تھے۔

''ملا ہے محمود! لاؤ فرزانہ مجھے دو ... جو تم گھڑی اٹھانے کے بہانے سرونٹ کوارٹر سے اٹھا کر لائی ہو۔''

فرزانہ نے ہاتھ آگے کردیا ... انہوں نے دیکھا ... اس کے ہاتھ میں ایک سم تھی ... موبائل فون کی سم ...

''تو تم اسے اٹھانے اندر گئیں تھی۔'' فاروق کے منہ سے نکلا۔

''نہیں! اس کی تو گھڑی اندر رہ گئی تھی۔'' محمود بھنا کر بولا۔

''پتا نہیں سکتی تھی ... چڑیل کہیں کی ...'' فاروق پھر بول اٹھا۔

”دیکھئے ابا جان ! مجھے چڑیل کہہ رہا ہے۔“

لیکن اس کی بات درمیان میں ہی رہ گئی... پیچھے والی گاڑی سے کلاشنکوف کا برسٹ مارا گیا تھا... لیکن اتفاق سے عین اسی وقت ایک کنٹینر ٹرک نے انہیں اوور ٹیک کرنے کی کوشش کی تھی اور تمام کی تمام گولیاں اس کے ٹائروں اور بمپروں میں پیوست ہو گئی تھیں... خوش قسمتی سے ان کی جیپ اور وہ فائرنگ سے بالکل محفوظ رہے تھے... دوسری طرف ٹرک بری طرح جھول رہا تھا اور اس کے ڈرائیور کو اسے سیدھا رکھنے میں شدید مشکل پیش آ رہی تھی... اس دوران میں انسپکٹر جمشید کو موقع مل گیا تھا اور وہ حملہ آوروں کی پہنچ سے دور نکلنے کی کوشش کرنے لگے... اسی وقت انہوں نے پیچھے دیکھا تو ان پر حملہ کرنے والی گاڑی خود کو بے قابو ہوتے ٹرک سے بچانے کیلئے پیچھے ہی رک چکی تھی... انسپکٹر جمشید جیپ کو آگے نکالتے چلے گئے...

”اف خدا ! یہ لوگ تو اب ہماری جان لینے پر تل گئے ہیں۔“

”اور یہ اسی سم کی برکت معلوم ہوتی ہے... کیونکہ اس سے پہلے کم از کم ہمیں مارنے کی کوشش نہیں کی گئی۔“

”اب ہمیں جو کچھ کرنا ہے بہت تیزی اور بہت خفیہ طور پر کرنا ہے۔“ انسپکٹر جمشید سنجیدہ لہجے میں بولے۔

”دشمن ہمارے پیچھے ہے اور اس کو کسی طرح یہ معلوم ہو گیا ہے کہ فرزانہ اندر کمرے سے کچھ اٹھا کر لائی ہے۔“

”لیکن کیسے ابا جان !...“

”چھوڑو اس بات کو... بتاؤ کس کمپنی کے موبائل نیٹ ورک کی سم ہے۔“

”ابا جان ! یہ ایم پی نیٹ ورک کی ہے !“

”محمود ! اپنے موبائل فون کے کیمرے سے اس کی فوٹو کھینچ کے اکرام کے موبائل پر ایم ایم ایس کرو اور اس سے کہو کہ اس کمپنی سے معلوم کرے کہ یہ کس کا نام رجسٹرڈ ہے اور اس کا ایڈریس کیا ہے۔“

”اوکے !“

پھر ایم ایم ایس کرنے کے بعد اس نے اکرام کو فون کیا اور اپنے والد کی ہدایات دہرا کر فون بند کر دیا۔

”اب جہاں تک میرا خیال ہے... یہ سم اسی ملازم علی اکبر کی ہے جو اختر سہیل سے پہلے فاضل بیگ کے ہاں کام کرتا تھا۔“ فرزانہ بولی۔

”تو یہ اسے کمرے میں کیوں چھوڑ گیا۔“

" چھوڑ کے نہیں گیا ہوگا... جلدی میں رہ گئی ہوگی یا گر گئی ہوگی۔"

" اگر یہ سم اس کی ہے اور اس سے گم ہوگئی ہے تو اس نے موبائل فون کمپنی سے دوسری یعنی ڈپلیکیٹ تو نکلوائی ہوگی۔"

" ہاں! اس کا امکان ہوسکتا ہے۔"

" اگر ایسا ہے تو سٹیلائٹ ٹریکر کی مدد سے یہ پتا لگانا نہایت آسان ہوگا کہ جس کے پاس سم ہے وہ اس وقت کہاں موجود ہے اور اس طرح اسے گرفتار بھی کیا جاسکتا ہے۔"

انسپکٹر جمشید اس دوران جیپ کو گنجان آبادی والے علاقوں سے نکال کر شہر سے باہر جانے والے ایک کچے راستے پر ڈال چکے تھے... ان کے پیچھے دور دور تک کوئی گاڑی نہیں تھی... جیپ انہوں نے روکی نہیں تھی البتہ اس کی رفتار بہت کم کر دی تھی۔ اسی وقت محمود کے موبائل فون کی گھنٹی بجی... اس نے دیکھا اسکرین پر اکرام انکل لکھا نظر آ رہا تھا...

" ہیلو انکل اکرام! کیا رہا..."

" بھئی وہ سم کسی علی اکبر کے نام پر ہے... اور ایڈریس ہے 63 ڈیفنس انکلیو۔"

" انکل! کیا یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ اس نمبر کی ڈپلیکیٹ سم تو حاصل

نہیں کی گئی۔"

" ہولڈ کرو! ابھی بتاتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اکرام کی آواز آئی۔ اس دوران محمود نے فون کا اسپیکر بھی آن کردیا... اب وہ سب اکرام کی بھی آواز سن سکتے تھے۔

" ہاں اس نمبر کی ڈپلیکیٹ سم دس دن پہلے نکلوائی گئی ہے... لیکن کافی دور دراز کے علاقے سے..."

" کہاں سے انکل... کوئی نام تو ہوگا اس شہر کا۔"

" شہر تو نہیں... جنوبی جلستان کا ایک قصبہ ہے... ٹوراکا..."

" اوہ! وہاں تو ہمارا ملکی قانون نہیں چلتا... قبائلی گروہوں کے اپنے قوانین ہیں۔"

" بالکل درست محمود... تمہارا اندازہ درست ہے۔"

" اکرام!" انسپکٹر جمشید نے براہ راست اکرام کو مخاطب کیا۔

" جی سر!"

" اپنے محکمے کے وائرلیس مواصلات کی نگرانی کرنے والے سیکشن سے معلوم کرو کہ اس وقت اس سم کی لوکیشن کیا ہے... اور اس کی مسلسل نگرانی کراؤ کہ اس کی بدلتی ہوئی پوزیشن کا علم ہوتا رہے..."

"رائٹ سر!"

"اور مجھ سے مسلسل رابطے میں رہو ... فریکوئنسی کوڈ ڈبل زیرو پر... سمجھ گئے نا..."

"بالکل سر!"

اب انسپکٹر جمشید نے جیپ کے اپنی طرف کے دروازے میں لگا ایک بٹن دبایا ... آہستگی کے ساتھ وہاں سے ایک دراز باہر آئی۔ انہوں نے دیکھا کہ انسپکٹر جمشید نے اس میں ہاتھ ڈال کر ایک چوکور سی ڈبیا نکالی جس کا سائز جیبی کیلکولیٹر جتنا تھا ... اس کی بناوٹ کو دیکھ کر انہیں اندازہ ہوگیا کہ یہ کوئی جدید قسم کا ٹرانسمیٹر ہے ... ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ تھام کر وہ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگے ...پھر اس کے LCD اسکرین پر 00 کے عدد روشن ہوگئے۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ علی اکبر اس وقت قبائلی علاقے میں ہے اور اس پر ہاتھ ڈالنا نہایت مشکل ہے..."

"بے شک مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں۔"

"تو کیا اب ہمیں جنوبی جلستان جانا ہوگا۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

"تو کیا ابھی ..." فاروق حیران ہو کر بولا۔

"لیکن وہاں تو جانے اور واپس آنے میں ہی تین روز لگ جائیں گے اور تین روز کے بعد ہمارے کیس کی تاریخ بھی ہے۔" محمود نے کہا۔

"بھئی اس وقت جو بھی صورت حال ہمارے سامنے ہے اس میں ہمارے پاس اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے خود کو بے گناہ ثابت کرنے کا۔"

"تو ہم کب روانہ ہوں گے اور جائیں گے کیسے ..."

"ابھی اور اسی وقت اور اسی جیپ میں...اگر ہم پوری رفتار سے چلے تو چوبیس گھنٹے میں پہنچ جائیں گے اور اتنا ہی وقت چاہیے واپس آنے کیلئے بھی۔"

"اور اگر علی اکبر نہ مل سکا ... ہم اسے نہ پکڑ پائے..."

"تو پھر اس کے بعد سوچیں گے آگے کیا کریں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اور پھر انہوں نے جیپ کو پوری رفتار پر چھوڑ دیا...ان کو جنوبی جلستان پہنچنے کیلئے آٹھ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنا تھا ... اور اسی لئے ان

کی جیپ ہوا سے باتیں کر رہی تھی... اس طرح اچانک اتنی لمبی ڈرائیو کر کے اچانک سفر پر جانے کا اتفاق ذرا کم ہی ہوا تھا ... وہ سب باری باری سوتے جاگتے اور ڈرائیو کرتے رہے... انسپکٹر جمشید کا اصول تھا کہ ایسے موقعوں پر سب کو باری باری آرام ضرور کرنا چاہیے تاکہ سب ہی تازہ دم رہیں ...

آخر ساڑھے تیئس گھنٹے کے سفر کے بعد وہ قصبہ ٹوراکا میں داخل ہو رہے تھے ۔ صبح کا وقت تھا اور ابھی اجالا پوری طرح نمودار نہیں ہوا تھا... صبح کی اس پرسکون خاموشی میں جیپ کی گھرر گھرر سناٹے کو چیرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی ... اسی وقت ان کے ریسیور پر اکرام کی آواز ابھری۔

"سر! میرے سسٹم پر آپ کی پوزیشن قصبہ ٹوراکا میں ظاہر ہو رہی ہے ۔کیا یہ درست ہے سر!"

"بالکل!"

"اور سر آپ کے تین ڈگری شمال مشرق میں اس سم کی پوزیشن نظر آرہی ہے۔"

"تو گویا ہم اپنے ٹارگٹ سے بہت قریب ہیں۔"

ان کے دائیں طرف کچھ کچے پکے مکان بنے ہوئے تھے اور دائیں

جانب پتھریلے ٹیلوں کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا تھا ... تین ڈگری شمال مشرق کی طرف بھی ایسا ہی منظر تھا... تو کیا ان کا شکار انہی ٹیلوں میں کہیں چھپا ہوا تھا... لیکن اس کو چھپنے کی ضرورت ہی کیا تھی... اسے تو شاید وہم و گمان بھی نہ ہو کہ کچھ لوگ اسے تلاش کرتے ہوئے اس قدر قریب آ پہنچے ہیں۔

"یہاں تو کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آ رہی جہاں وہ مل سکے۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"فرزانہ تم ان مقامات سے واقف نہیں ہو ... یہاں بڑی بڑی فوجیں دھوکا کھا جاتی ہیں... بیس سال پہلے یہ علاقہ انشارجہ کی سازشوں کا مرکز بنا رہا تھا اور فوجی کارروائیوں کیلئے یہاں میلوں میل تک زیر زمین سرنگیں بنائی گئی تھیں جو پڑوسی ملک کی سرحدوں کے پار تک نکل جاتی ہیں... آج کل بھی ان علاقوں میں انشارجہ کی سازشیں عروج پر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے خلاف ہونے والی موجودہ سازش کے اس اہم مجرم کی یہاں موجودگی کے واضح امکانات ہیں۔"

"کیا مطلب! کیا ہمارے خلاف اس سازش کے تانے بانے انشارجہ سے ملتے ہیں۔" فاروق چونک کر بولا۔

اب وہ سب جیپ سے نیچے اتر آئے تھے اور پیدل چل رہے

تھے...اسی وقت انسپکٹر جمشید چلتے چلتے رک گئے ... ان کے کوڈ ڈبل زیرو ریسیور پر اکرام کا سگنل موصول ہو رہا تھا ...پھر اس پر ایک نقشہ نمودار ہوگیا...ویسا ہی جیسے گوگل ارتھ پر نظر آتا ہے... انہوں نے اسے ' زوم ان 'کیا تو وہی جگہ دکھائی دی جہاں وہ اس وقت موجود تھے... اور نقشے پر دو مقامات پر دائرے ظاہر ہورہے تھے... اسی وقت انسپکٹر جمشید نے انہیں زمین پر لیٹ جانے کا اشارہ کیا...وہ سب فوری طور پر اوندھے منہ زمین پر لڑھک گئے...اسی کے ساتھ ان پر ایک طرف سے پے در پے سات فائر ہوئے اور تمام کی تمام گولیاں ان کے سروں پر ایک دو انچ کے فاصلے سے سنسناتی ہوئی گزر گئیں...ان کا بروقت لیٹ جانا کام آگیا تھا۔ اسی کے ساتھ ہی ان تینوں نے انسپکٹر جمشید کو چیتے کی طرح ایک سمت جست لگاتے دیکھا...وہ جست تو خیر کیا تھی انسپکٹر جمشید گویا ہوا میں تیرتے ہوئے کئی گز دور ایک دوڑتے ہوئے شخص پر جا پڑے تھے...اس اچانک حملے سے وہ بری طرح بوکھلا گیا اور اس کا جدید آٹومیٹک پستول دور جا گرا تھا...بظاہر اس پستول کی بناوٹ نائن ایم ایم پستول جیسی تھی... اور پھر انسپکٹر جمشید کی کلائی کی ہڈی جس طرح اس کے سر پر پڑی اس کے بعد اس کا اٹھنا تو خیر ناممکن ہی تھا... یہ وہی وار تھا جس نے جیرال جیسے شاندار مجرم کے ہوش اڑا

دیئے تھے ...۔

" محمود ! جلدی بھاگو...جیپ یہاں لے کر آؤ..." انسپکٹر جمشید چلائے... ساتھ ہی محمود نے دوڑ لگا دی۔

" فاروق اس کی جیبوں کی تلاشی لو ... جلدی۔"

" ابا جان ! بہت سے مسلح لوگ ہماری طرف آرہے ہیں۔" فرزانہ کے لہجے میں بوکھلاہٹ تھی۔

" اس کی جیب سے یہ دو شناختی کارڈ نکلے ہیں . . .ایک پر روشن خان اور دوسرے پر ..." فاروق کہتے کہتے رک گیا۔

" کیا دوسرے پر کیا... کیا لکھا ہے دوسرے پر..." انسپکٹر جمشید جھنجھلا گئے...اس دوران وہ بیہوش شخص کو اٹھا کر کندھے پر لاد چکے تھے۔

" وہ مارا ... دوسرے پر لکھا ہے علی اکبر..."

" زبردست ! اب جلدی جیپ میں بیٹھو ...ورنہ ہوسکتا ہے اس کے ساتھی بھی ہم پر فائر کھول دیں۔"

اسی دوران محمود جیپ لے کر وہاں پہنچ چکا تھا...انسپکٹر جمشید نے بیہوش علی اکبر کو جیپ کے پچھلے حصے میں ڈالا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر چھلانگ لگائی... محمود پہلے ہی برابر والی سیٹ پر کھسک چکا تھا...اس کو

اندازہ تھا کہ ان حالات میں انسپکٹر جمشید خود ہی جیپ چلائیں گے۔ اس سے پہلے کے مسلح افراد نزدیک آتے ... ان کی جیپ پوری رفتار پکڑ چکی تھی... ان کے پیچھے بہت سے فائر ہوئے لیکن ایک بھی گولی ان کی جیپ تک نہ پہنچ پائی...اب وہ کافی آگے نکل آئے تھے لیکن جلد بازی میں اصل راستے سے کافی ہٹ چکے تھے... آخر دو گھنٹے کچے اور اونچے نیچے راستوں پر بھٹکنے کے بعد ان کو سڑک نظر آگئی اور ان سب نے اطمینان کا سانس لیا اور ساتھ ہی خدا کا شکر ادا کیا ۔ اور پھر دوسری صبح وہ اپنے شہر میں داخل ہورہے تھے۔عدالت کا وقت شروع ہونے میں ابھی پانچ گھنٹے باقی تھے ۔ وہ اپنے خفیہ ٹھکانے نمبر تین پر پہنچے۔ ان کے شہر کی شمالی پہاڑیوں کے درمیان ان کا یہ خفیہ ٹھکانہ باہر سے ایک معمولی سے غار کا دہانہ نظر آتا تھا.... لیکن اندر سے یہ جدید آلات سے لیس ایک زبردست تجربہ گاہ تھی... علی اکبر کو وہاں ایک کمرے میں بند کردیا گیا۔ وہ بدستور بے ہوش تھا۔ اب ان پانچ گھنٹوں میں ان کو بہت تیزی کے ساتھ بہت سارے کام کرنے تھے ۔ ایک گھنٹے بعد وہ پھر باہر نکل رہے تھے۔ اب ان کا رخ محکمہ دفاع کے ہیڈ کوارٹر کی طرف تھا۔

☆☆☆☆☆

ایک نگینہ !

کیس پھر شروع ہوا ... جج غلام رسول قاسمی صاحب ٹھیک گیارہ بجے اپنی کرسی پر بیٹھے نظر آئے... اس روز عدالت میں محکمہ دفاع کے چند افسران بھی موجود تھے ... لیکن ان کے چہروں پر ناخوشگواری کے آثار نمایاں تھے۔ کچھ ایسے کہ انہیں ان کی مرضی کے خلاف وہاں بیٹھنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ان میں سرفراز گاٹو اور بحریہ کے آفیسر نعمان گیلانی بھی موجود تھے۔ نواب فاضل بیگ اور ان کا ملازم اختر سہیل اور کھنڈر کا مالک جوزف بھی حاضرین کی کرسیوں پر بیٹھے نظر آئے۔

جج غلام رسول قاسمی نے عدالت میں موجود تمام لوگوں پر ایک نظر ڈالی ... پھر بولے ۔'' کارروائی کا آغاز کیا جائے ۔''

انسپکٹر جمشید فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ... انہوں نے کہا :

''جناب والا ! ایک گواہ بلانے کی اجازت چاہتا ہوں۔''

جج صاحب نے سر ہلا دیا ۔ انہوں نے کہا :

" علی اکبر آپ گواہوں کے کٹہرے میں آ جائیں ۔"

جونہی انسپکٹر جمشید نے یہ نام لیا ... عدالت میں موجود محکمہ دفاع کے افسر سرفراز گانو اور چند اور چہروں پر حیرت سے کہیں زیادہ خوف پھیل گیا ۔

پہلے علی اکبر سے حلف اٹھوایا گیا ۔ اس کے بعد انہوں نے سوالات کا سلسلہ شروع کیا :

" آپ نیول انٹیلیجنس کے اہلکار ہیں ؟ ۔"

" جی ہاں ! "

"تین ماہ پہلے محکمہ دفاع کے سینٹرل ڈائریکٹریٹ سے آپ کو نواب فاضل بیگ کے ہاں بھیجا تھا تاکہ آپ وہاں بطور باورچی کام کریں ۔"

" جی ہاں ! "

" پھر آپ نے وہاں کام شروع کیا ۔"

" جی ! "

" آج سے تین ماہ پہلے آپ کو ایک سفوف کا ساشے اور ایک ریموٹ کنٹرولر یعنی جیسے ٹی وی کے ریموٹ کنٹرولر ہوتے ہیں دیا گیا تھا ... اس ہدایت کے ساتھ کہ یہ سفوف دودھ میں ملا کر نواب صاحب کو

دے دیں ۔ تاکہ سونے کے دوران وہ بیہوش ہوجائیں تو اس ریموٹ کنٹرولر پر ان کی انگلیوں کے نشانات لے لیں ..."

" جی ہاں ! "

" پھر آپ نے ایسا کیا ۔"

" جی ہاں ! "

" اور آپ نے وہ ریموٹ کنٹرولر سرفراز گانو صاحب کو دے دیا تھا ... جو محکمہ دفاع کے سینٹرل ڈائریکٹریٹ میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل کے عہدے پر فائز ہیں ۔"

" جی ہاں ! "

" کیا یہی ہیں سرفراز گانو ؟ ..." انسپکٹر جمشید نے انگلی سے سرفراز گانو کی طرف اشارہ کرکے پوچھا ۔

" جی ہاں ! یہی ہیں " ۔ علی اکبر نے ایک نظر سرفراز گانو کی طرف دیکھا ۔

" شکریہ ! وکیل استغاثہ گواہ پر جرح کر سکتے ہیں ۔"

" کوئی جرح نہیں ۔" ایم ایم جامی نے مردہ آواز میں کہا ۔

" اب میں کچھ دستاویزی ثبوت پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا ۔"

جج صاحب نے سر کے اشارے سے اجازت دے دی۔ایک عدالتی اہلکار آگے بڑھا اور انسپکٹر جمشید نے ایک فائل اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

جج صاحب نے فائل کھولی اور پڑھنا شروع کی.... جیسے جیسے وہ پڑھتے جارہے تھے ان کے چہرے پر حیرت بڑھتی جارہی تھی۔

''یور آنر! یہ رپورٹ انٹر سروسز انٹیلیجنس کی کلاسیفائڈ رپورٹ ہے اور اسے سویلین عدالت میں پیش کرنے کیلئے وزیراعظم سے باقاعدہ منظوری لی گئی ہے...'' یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے سرفراز گانو اور نعمان گیلانی کی طرف دیکھا جن کے چہروں پر تاریکی پھیل چکی تھی۔

رپورٹ پڑھ کر جج صاحب نے ایک طویل سانس لی۔چشمہ اتارا۔ پھر بولے:

''رپورٹ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔''

''اب میں عدالت عالیہ کی اجازت سے سرفراز گانو سے درخواست کروں گا کہ وہ کٹہرے میں آجائیں...''

جج صاحب نے سر ہلا دیا... سرفراز گانو بوجھل قدموں سے چلتے کٹہرے میں آگئے... یوں لگا رہا تھا جیسے ان کے جسم میں جان

نہ رہ گئی ہو:

''ابھی آپ نے علی اکبر کا بیان سنا... پندرہ دن پہلے آپ نے محکمہ سراغرسانی کے آئی جی صاحب کو اطلاع دی تھی کہ شہر زدفا میں کچھ پراسرار سرگرمیاں دیکھنے میں آرہی ہیں... لہٰذا وہاں فوری طور پر کسی کو بھیجا جائے۔''

''ہاں! میں نے یہ اطلاع دی تھی۔''

''شکریہ آپ تشریف رکھیں۔''

سرفراز گانو کٹہرے سے اتر کر اپنی کرسی پر جا بیٹھے:

''جناب والا! میں بھی ایک وڈیو فلم دکھانے کی اجازت چاہوں گا...''

''اجازت ہے۔''

''جناب والا... یہ میری گھڑی عدالت میں موجود ہے... یہ لاش کے پاس سے ملی تھی... وہ فلم اس گھڑی میں ہی ریکارڈڈ ہے۔''

''کیا مطلب؟'' جج صاحب نے مارے حیرت کے کہا۔

عدالت میں موجود لوگ بھی حیرت زدہ رہ گئے:

''جیسا کہ ابھی سرفراز گانو صاحب نے بیان فرمایا... انہوں نے اطلاع دی تھی کہ شہر زدفا میں پراسرار سرگرمیاں دیکھنے میں آرہی ہیں،

لہٰذا وہاں فوری طور پر کسی کو بھیجنا چاہیے ... سو محکمے نے مجھے اس ماہ کی پندرہ تاریخ کو شہر زدفا کے لیے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا ...وکیل استغاثہ اگر چاہیں تو یہ بات دفتر کے ریکارڈ سے ثابت کی جا سکتی ہے... سو میں اپنی کار میں روانہ ہوا... ابھی میں ائرپورٹ سے تھوڑی ہی فاصلے پر تھا کہ مجھے سڑک پر ایک شخص کھڑا نظر آیا.. وہ سڑک کے درمیان میں کھڑا تھا ... اس لیے مجھے رکنا پڑا۔میں نے خیال کیا کہ اسے لفٹ کی ضرورت ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ انٹرنیشنل ہائی وے سے جب ہم ائرپورٹ کی طرف ٹرن لیتے ہیں تو سڑک کے دائیں بائیں کافی سارے درخت لگے ہوئے ہیں اور رات کے وقت ویسے بھی وہ ایک کلومیٹر کا راستہ کافی سنسان رہتا ہے ...تو میرے ذہن میں پہلا خیال یہی آیا کہ شاید اسے بھی ائرپورٹ کی طرف جانا ہے۔ میں نے جونہی کار روکی ... وہ شخص میری طرف آیا... اس نے مجھ سے کہا ، سڑک پر کوئی عجیب و غریب چیز پڑی ہے ... آپ اسے دیکھ کر گزریں ، کہیں وہ کوئی بم نہ ہو... اور آپ کی کار بھک سے نہ اڑ جائے۔"

اس کی بات غلط نہیں تھی ... مجھے کوئی چیز سڑک پر پڑی نظر آئی تھی ، لیکن ابھی وہ کچھ دور تھی ... سو میں نے سوچا ... نیچے اتر کر اسے دیکھ لوں... بس میں کار سے اتر آیا ... ادھر میں نیچے اترا، ادھر

میرے سر پر کوئی پتھر مارا گیا...میں چکر کھا کر گر گیا... اس کے بعد مجھے ایک بند عمارت میں ہوش آیا... گویا میں کسی کی قید میں تھا... میں وہاں تین دن قید رہا ... اس کے بعد محمود ،فاروق اور فرزانہ نے اس کمرے کو کھولا... اور مجھے باہر نکالا ...اس کے بعد کہ ہم پر قتل کا کیس بن گیا ہے ... خود کو عدالت کے حوالے کر دیا ... مطلب یہ کہ یہ گھڑی اس وقت سے اب تک میرے پاس نہیں رہی ...یعنی بے ہوش ہونے سے اب تک ...."

" آپ کے پاس یہ گھڑی نہیں رہ گئی تھی...پھر بھی آپ کہہ رہے ہیں کہ اس میں کوئی فلم ریکارڈ ہے ۔"

" جی ہاں ! میری گھڑی سے اس قسم کے کئی کام لیے جا سکتے ہیں... جونہی میں نے اس شخص کو سڑک پر کھڑے دیکھا، یہ خیال بھی ذہن میں گونجا کہ کہیں یہ میرے خلاف کوئی سازش نہ ہو ... بس میں نے اس کا کیمرہ آن کر دیا اور اس کا رخ اس شخص کی طرف کر دیا ۔ اس طرح اس شخص کی فلم بن گئی... بلکہ میرے بیہوش ہوجانے کے بعد بھی کچھ مناظر اس میں آ گئے ہوں گے ... کیونکہ اگر کیمرے کو آف نہ کیا جائے تو وہ تین منٹ بعد خود بخود آف ہو جاتا ہے ... اب جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا ، انہیں تو اس گھڑی کے بارے میں معلوم ہی

نہیں تھا... لہٰذا فلم ضرور اس میں محفوظ ہو گی ... اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ابھی دیکھ کر بتا سکتا ہوں اور فلم دکھا بھی سکتا ہوں ... بلکہ عدالت کی دیوار پر اس کا عکس ڈال سکتا ہوں۔''

'' آپ کو اجازت ہے۔'' جج صاحب فوراً بولے ... وہ بڑی طرح سسپنس کی لپیٹ میں آ چکے تھے... اور وہی کیا... پوری عدالت پر اس وقت سسپنس طاری تھا ... البتہ چند چہرے ایسے بھی تھے ... جو دھواں دھواں ہو رہے تھے۔

انسپکٹر جمشید نے گھڑی اٹھا کر چیک کی ... پھر بولے :

'' الحمدللہ ! فلم محفوظ ہے۔''

''ٹھیک ہے ... دکھائیں۔''

انسپکٹر جمشید نے فلم کا عکس دیوار پر منتقل کر دیا ۔ اب سب لوگ اسے دیکھ سکتے تھے ... انہوں نے دیکھا سڑک نظر آ رہی ہے ... اس پر کوئی کھڑا ہے ، وہ کار روکنے کا اشارہ کر رہا ہے ... پھر اس کے پاس کار رکتی نظر آئی... اس کی آواز سنائی دی... وہ انہیں سڑک پر پڑی چیز کے بارے میں بتا رہا تھا ... پھر انسپکٹر جمشید اترتے دکھائی دیے ... اس کے فوراً بعد وہ چکرا کر گرے... پتھر چونکہ پیچھے سے آیا تھا ، اس لیے فلم میں وہ سر پر لگتا نظر نہیں آیا تھا ... ان کے گرنے کے بعد

سڑک پر موجود اس شخص کے علاوہ تین اور لوگ ان کے قریب آ گئے... انہوں نے انہیں کار میں ڈالا اور پھر کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی... اس کے بعد فلم بند ہوگئی :

'' بہت خوب ! حیرت انگیز ۔'' جج صاحب کے منہ سے نکلا ۔

'' جناب والا ! آپ نے اور عدالت میں موجود تمام خواتین و حضرات نے اس فلم کو دیکھا... یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ مجھے اغوا کیا گیا تھا... ہم آپ لو وہ عمارت بھی دکھا سکتے ہیں... جس میں مجھے قید کیا گیا تھا... وہ کھنڈر سے زیادہ دور نہیں ہے ... اس عمارت سے کھنڈر صاف نظر آتا ہے ... لیکن اس سے پہلے میں آپ کو یہ فلم ایک بار پھر دکھانا چاہتا ہوں۔''

سرکاری وکیل ایم ایم جامی نے فوراً اٹھ کر کہا :

'' اس کی کیا ضرورت ہے جناب والا ! ابھی ہم سب نے اس فلم کو غور سے دیکھا ہے۔''

جج صاحب نے سوالیہ نظروں سے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا... وہ فوراً بولے : ''اس فلم میں ایک چیز سب کو دکھانا چاہتا ہوں... اس کا تعلق کیس سے بہت اہم ہے ... پوری فلم دوبارہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ... میں وہ منظر دکھاؤں گا... جب میں نے کار روکی اور سڑک پر کھڑا

شخص میری طرف آیا۔"

"اجازت ہے۔" جج صاحب نے فوراً کہا... انہیں اور باقی سب کو بہت زیادہ دلچسپی محسوس ہو رہی تھی ... اب فلم پھر چلائی گئی اور اس منظر پر لا کر روک دی گئی:

"یہ دیکھیے جناب والا ... اس شخص کا بایاں ہاتھ صاف نظر آ رہا ہے اور اس کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی بھی صاف نظر آ رہی ہے، اس چھوٹی انگلی میں ایک چمک دار نگینے والی انگوٹھی ہے ... اس نگینے کی چمک بہت زیادہ ہے..."

"بالکل ٹھیک ... تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔" ایم ایم جامی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"لیکن اگر یہی نگینہ کھنڈر والی فلم میں نظر آ جائے تو!!!" انسپکٹر جمشید ڈرامائی انداز میں بولے۔

"کیا!!!" جج صاحب کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا ... وہ اپنی کرسی سے آگے جھک آئے۔ اب عدالت میں موجود سب لوگوں کا مارے حیرت کے برا حال تھا۔

☆☆☆☆☆

راج گھاٹ

چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے... پھر انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری: "جی ہاں جناب والا! اسی لیے میں نے یہ منظر دوبارہ دیکھنے کی دعوت دی تھی ... آپ اس نگینے کو ایک بار پھر دیکھ لیں... پھر میں آپ کو کھنڈر والی فلم میں یہ نگینہ دکھاؤں گا۔"

"بہت خوب!" جج صاحب بولے۔

اس کے بعد کھنڈر والی فلم چلائی گئی۔ پھر جب جوزف کی صورت سامنے آئی تو فلم کو روک لیا گیا:

"یہ دیکھیے جناب والا! یہ رہا وہی نگینہ مسٹر جوزف کی اسی انگلی میں... اور عدالت میں مسٹر جوزف بھی موجود ہیں... اور اس وقت بھی ان کی انگلی کی انگوٹھی میں وہی نگینہ موجود ہے... لہٰذا میں عدالت سے درخواست کرتا ہوں کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے، انہوں نے ہی مجھے اغوا کیا تھا ... اور اس عمارت میں قید رکھا تھا ... تاکہ یہ ہم پر قتل کا

مقدمہ چلا سکیں اور مسئلہ تھا رفیق باجوہ کا ... وہ محکمے کے راز دشمن ملک کے حوالے کرتا رہتا تھا ... مجھے اس پر شک ہوگیا، میں نے اسے دفتر بلوایا...اس سے سوالات کیے، میں اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنا چاہتا تھا... لہٰذا میں نے اس کی نگرانی پر اپنے ایک دو ماتحت کو مقرر کر دیے، لیکن یہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ اس نے کوئی حرکت نہ کی ... دوسری طرف دشمن ملک نے اسے ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا۔اس معاملے میں یہاں دشمن ملک کے ایجنٹ مسٹر سرفراز گانو ہیں جیسا کہ آئی ایس آئی کی رپورٹ سے بھی واضح ہو چکا ہے...۔"

جب صاحب کچھ دیر تک سر جھکائے کچھ لکھتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ رجسٹرار کو بھی کچھ نوٹ کرواتے رہے۔ پھر ان کی آواز کمرۂ عدالت میں گونجی:

"کیس کی حساس نوعیت کے پیش نظر میں اسی وقت اس کیس کا فیصلہ سنا رہا ہوں ورنہ عام حالات میں فیصلہ سنانے کیلئے دوسری تاریخ دی جاتی ہے..."

وہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہوگئے اور چند لمحوں کے بعد انہوں نے دوبارہ کہنا شروع کیا:

"تمام ثبوتوں کی روشنی میں عدالت انسپکٹر جمشید کو رفیق باجوہ کے

قتل کے الزام سے باعزت بری کرتی ہے اور سرفراز گانو، نعمان گیلانی، جوزف علی اکبر، اختر سہیل اور فاضل بیگ کو حراست میں لینے کا حکم جاری کرتی ہے۔" جج صاحب فیصلہ سنا کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

جلد ہی پولیس ان سب کو گرفتار کر چکی تھی ...ان کے سر جھکے ہوئے تھے۔

☆☆☆

وہ عدالت سے سیدھے گھر آئے... بیگم جمشید کا پارہ چڑھا ہوا تھا... لیکن خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی موجودگی میں انہوں نے صرف منہ پھلانے کو کافی سمجھا۔

دوسرے دن صبح سویرے انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بجی۔ اکرام کہہ رہا تھا: "سر! ایک نئی خبر سننے کے لیے تیار ہو جائیے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... کیا ابھی اس کیس میں کچھ باقی رہ گیا ہے۔"

"جی ہاں... بہت کچھ۔" اکرام ہنسا۔

"اچھا تو بتاؤ پھر۔"

"جوزف جیل سے نکل جانے میں کامیاب ہوگیا... اور اس میں شک نہیں کہ جیل کے کچھ لوگوں نے اسے فرار ہونے میں مدد دی ہے۔"

"یہ اچھی خبر نہیں ہے ... خیر جیل کے لوگوں سے تو ہم پوچھ گچھ کر ہی لیں گے ... اور جن لوگوں نے اسے فرار ہونے میں مدد دی ہے...وہ خود جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوں گے ... افسوس تو اس کا ہے کہ جوزف فرار ہوگیا ... اس کیس کا اصل مجرم ... باقی لوگ تو اس کے مہرے تھے ..."

عین اسی لمحے انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی... انہوں نے موبائل آن کیا تو دوسری طرف سے کھنکتی آواز آئی:

"کیسے ہو انسپکٹر۔" آواز بالکل انجانی تھی۔

"الحمدللہ ! کون صاحب بات کر رہے ہیں۔"

"یہ تو آپ ہی بتائیں... سنا ہے ، آپ لوگ بہت ذہین ہیں، عقل مند ہیں، اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں ..." دوسری طرف سے کہا گیا ... اس بار آواز بالکل اور تھی ۔

"کیا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ آواز بدلنے کے ماہر ہیں۔"

"ہاں!" اس نے ایک اور آواز میں کہا ۔

"آخر کتنی آوازیں بدل لیتے ہیں۔" وہ بولے ۔

"سات۔" ادھر سے ایک بار پھر نئی آواز سنائی دی ۔

"خوب! بہت خوب! فرمایئے... آپ نے فون کس لیے کیا۔"

"یہ تو آپ نے سن ہی لیا کہ میں اب جیل میں نہیں ہوں...اب ظاہر ہے ، آپ مجھے پھر گرفتار کرنے کے لیے بے چین ہو گئے ہوں گے ... لیکن میں آپ کے ہاتھ نہیں آؤں گا ... یہ ٹھیک ہے ... میں آپ کو پھانسی نہیں دلوا سکا ... میری ایک ذرا سی غلطی سے سارا کھیل خراب ہوگیا ... اب میں کبھی یہ انگوٹھی نہیں پہنوں گا... یہ دراصل میرے ایک دوست نے مجھے دی تھی... وہ دوست مجھے بہت عزیز ہے ... مجھے بچاتے ہوئے اپنی جان پر کھیل گیا تھا ... بس اس لیے اس کی یہ نشانی میں ہر وقت پہنے رہتا ہوں... لیکن اب نہیں پہنوں گا... اس کی وجہ سے میرا سارا منصوبہ فیل ہوگیا ... میں اب یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں ... بہت جلد پھر آؤں گا...ویسے آپ چاہیں تو مجھے روکنے کی ایک کوشش کر سکتے ہیں... میں اس وقت راج گھاٹ میں موجود ہوں... اور مجھے امید ہے... آپ مجھے پہچان نہیں پائیں گے۔"

"راج گھاٹ ... کیا مطلب ؟"

"راج گھاٹ ساحل پر ایک بہت بڑا ہوٹل ہے... وہ صرف غیر ملکیوں کے لیے ہے۔مقامی لوگوں کے لیے نہیں ہے ۔ میں فی الحال اس میں ٹھہرا ہوا ہوں ..."

"کمرہ نمبر؟"

"کمرہ نمبر 100... جوزف کے ہی نام سے بک ہے۔"

"ہم آرہے ہیں... آپ سے ملاقات ضرور کریں گے۔"

"اگر آپ اس ہوٹل میں داخل ہو سکے۔" وہ ہنسا۔

"آپ کا مطلب ہے ... ہم اندر داخل نہیں ہوسکیں گے۔"

"بالکل نہیں ... اور میں آپ لوگوں کی راج گھاٹ میں موجودگی کے باوجود ملک سے رخصت ہو جاؤں گا، ہے نا کاریگری۔"

"ابھی تو نہیں کہہ سکتے۔" انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب ... کیا ابھی نہیں کہہ سکتے۔"

"یہ کہ یہ کاریگری ہے یا نہیں ... جب آپ فرار ہو جائیں، اس وقت آپ پوچھ لیجیے گا، یہ کاریگری ہے یا نہیں۔"

"اچھی بات ہے، میں انتظار کروں گا۔"

"ہم آرہے ہیں۔"

انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا ... پھر وہ خان رحمان کی گاڑی میں ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔ راج گھاٹ جانے کا اتفاق پہلی بار ہو رہا تھا... انہیں تو آج سے پہلے اس ہوٹل کے بارے میں بھی معلوم نہیں تھا۔ جلد ہی وہ ہوٹل راج گھاٹ کے سامنے

پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا... وہ کافی بڑا ہوٹل تھا اور تھا بھی بہت جدید طرز کا ... صدر دروازے پر کئی مسلح گارڈز نظر آئے... ہوٹل کی دیواریں شیشے کی تھیں... اندر کا منظر صاف دیکھا جاسکتا تھا... انہیں اندر غیر ملکی ہی غیر ملکی نظر آئے... ایک بھی مقامی آدمی دکھائی نہ دیا... پھر جونہی انہوں نے کار پارک میں داخل کرنا چاہی... لوہے کا بیریئر ان کی کار کے سامنے آگیا ... اور آواز گونجی:

"آپ اندر نہیں آسکتے۔"

اور یہ کہنے والا سامنے گیا ...وہ بہت بھاری بھرکم اور خوفناک سا آدمی تھا ... تھا بھی غیر ملکی:

"ہم سرکاری لوگ ہیں ... اور سرکاری کام سے آئے ہیں۔"

"آپ گاڑی ایک طرف باہر ہی کھڑی کر کے پہلے ڈیوٹی منیجر صاحب کی اجازت لے لیں۔"

"اچھی بات ہے ... اجازت کیسے لی جائے۔"

"یہاں استقبالیہ کیبن میں فون موجود ہے ... آپ ریسیور اٹھا کر ایک نمبر دبائیں۔ وہ فارغ ہوئے تو فوراً جواب دیں گے، ورنہ کوئی آپ کو بتا دے گا کہ کیا کرنا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

انہوں نے کہا اور کیبن میں چلے آئے ...ریسیور اٹھا کر ایک نمبر دبایا تو فوراً ہی آواز آئی:

"یس !"

"ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے ... اس ہوٹل کے ایک کمرے میں ایک مفرور مجرم موجود ہے ... ہمیں اسے گرفتار کرنا ہے ۔"

"سوری !" دوسری طرف سے کہا گیا ۔

"سوری ! کیا مطلب ؟"

"آپ لوگ ہوٹل میں داخل نہیں ہو سکتے ... یہ ہوٹل مقامی لوگوں کے لیے نہیں ہے ۔"

"ہم کھانے پینے کے لیے نہیں... ایک مجرم کی گرفتاری کے لیے آئے ہیں ... اگر آپ نے ہمیں مجرم کی گرفتاری میں مدد نہ دی تو ہمیں مجبوراً سخت قدم اٹھانا پڑے گا ۔"

"آپ پہلے سخت قدم اٹھا لیں ۔" دوسری طرف سے کہا گیا ۔

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کوئی مدد نہیں کریں گے ۔"

"ہمیں اس قسم کی اجازت بھی نہیں ... حکم یہ ہے کہ اس ملک کا کوئی آدمی اس ہوٹل میں داخل نہیں ہوگا ... اس ملک کی کوئی چیز ہوٹل میں نہیں آئے گی... کوئی چیز نہ خریدی جائے گی ... نہ فروخت کی

جائے گی ۔"

"حیرت ہے ... اس ملک سے اس قدر نفرت ...تو پھر یہاں ہوٹل بنانے کیا کیا ضرورت تھی ۔"

"اپنے لوگوں کے لیے بنایا ہے ... جو اس ملک کی کوئی چیز کھانا پسند نہیں کرتے ... لیکن یہاں کسی مجبوری کی وجہ سے انہیں رہنا پڑ رہا ہے... ان کے ملکوں سے سرکاری طور پر انہیں یہاں بھیجا گیا ہے ... یہ ہوٹل ان کے لیے ہے۔"

"میں سمجھ گیا ... لیکن جناب اس کا یہ مطلب بھی تو نہیں ہونا چاہیے ز کہ مجرم لوگ آ کر اس ہوٹل میں پناہ لیتے رہیں۔"

"یہ آپ کا الزام ہے... ہم اس الزام کو نہیں مانتے ۔"

"تب ہم زبردستی اس ہوٹل کی تلاشی لیں گے ۔"

"آپ کو یہ اختیار ہی نہیں ہے ... میں آپ کی حکومت کا حکم باہر بھجوا رہا ہوں... وہ پڑھ لیں اور یہاں سے رخصت ہو جائیں... ورنہ آپ کی جواب طلبی ہو سکتی ہے ۔"

"اوہو اچھا... خیر ایسی کوئی بات نہیں... ابھی آپ کو معلوم نہیں کہ ہم کون لوگ ہیں۔"

"یہ بات نہیں ۔" دوسری طرف سے کہا گیا ۔

"کیا مطلب ... کیا بات نہیں۔"

"یہ کہ میں آپ کو نہیں جانتا... اس وقت میرے کمرے میں ٹی وی اسکرین پر آپ موجود ہیں... میں آپ لوگوں کو بخوبی دیکھ رہا ہوں... آپ انسپکٹر جمشید ہیں اور اپنے بچوں اور دونوں دوستوں کے ساتھ آئے ہیں... اور سنائیے... کیا کچھ بتاؤں آپ کو۔"

"یہی کافی ہے... آپ ہماری حکومت کا حکم بھیج دیں۔ اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گا کہ ہم کیا کرسکتے ہیں۔"

"ضرور ... کیوں نہیں۔"

"ویسے آپ کے حق میں بہتر تو یہی تھا کہ اس مجرم کو ہمارے حوالے کر دیتے۔ بات یہیں ختم ہو جاتی۔"

"یہی تو مشکل ہے ... یہ بات ہمارے خلاف جاتی ہے... ہماری حکومت ہم سے جواب طلب کرتی کہ ہم نے اس ملک کے کسی شخص کے حوالے اپنے ملک کا کوئی آدمی کیوں کیا ...۔"

"اچھی بات ہے ... آپ بات کو بڑھانا چاہتے ہیں، آپ کی مرضی... آپ وہ حکم بھیج دیں ... اتنا تو کریں گے نا۔"

"ضرور ... کیوں نہیں۔"

پھر ان کے پاس ایک غیر ملکی ان کی حکومت کا ایک حکم نامہ

لے آیا۔انہوں نے اسے پڑھا... اس کی رو سے وہ واقعی ہوٹل میں کوئی کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کر سکتے تھے۔اب چونکہ اپنی حکومت کا حکم وہ پڑھ چکے تھے، لہٰذا فوراً وہاں سے ہٹ کر کچھ فاصلے پر آگئے... اسی وقت ان کے موبائل فون کی گھنٹی بجی... انہوں نے دیکھا، فون مسٹر جوزف کا تھا:

"کیوں کیسی رہی۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"فکر نہ کریں... ہم آپ کو گرفتار کر کے لے جائیں گے۔"

"میں کمرہ نمبر 100 میں موجود ہوں اور آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"ہم یہاں سے گئے نہیں... اپنی حکومت کے حکمنامے کے احترام میں بس تھوڑا دور ہٹ آئے ہیں... ابھی آپ کی طرف آئیں گے، انتظار فرمائیں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

فون بند کر کے انہوں نے فوراً صدر صاحب کے نمبر ملائے... لیکن ان سے رابطہ نہ ہوسکا۔ اب انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر انہوں نے ساری صورت حال انہیں سنا دی... اور آخر بولے: "اب فرمائیے... ہم کیا کریں۔"

"نگرانی ... ہوٹل کی نگرانی دور رہ کر ... آخر جوزف کبھی تو ہوٹل سے باہر نکلے گا ... ادھر میں صدر صاحب سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے سر!" وہ بولے۔

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا ... اسے ہدایات دیں۔ جلد ہی اس کے ماتحتوں نے فوری طور پر ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا... اب کوئی شخص بھی ان کی نظر بچا کر ہوٹل سے نہیں جا سکتا تھا... جو بھی نکل کر جاتا، یہ اسے دیکھ لیتے ...اس کام کے بعد انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"کیا خیال ہے ... اب ہم گھر چلیں۔"

"جی... کیا فرمایا آپ نے ... گھر؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بھئی...جوزف اتنی جلدی تو ہوٹل سے نکلے گا نہیں... ادھر آئی جی صاحب نے ابھی تک فون نہیں کیا...جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ابھی صدر صاحب سے رابطہ نہیں ہو سکا۔"

"رابطہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا مطلب ... یہ تم نے کیا کہا ... صدر صاحب آئی جی صاحب

کو پسند کرتے ہیں ..."

"یہ بات اپنی جگہ درست، لیکن یہاں معاملہ ہے ... ہوٹل راج گھاٹ کا ... ظاہر ہے ... جونہی ہم یہاں آئے تھے تو ہم نے منیجر سے بات کی تھی ... تو وہ بھی آرام سے تو نہیں بیٹھ گیا ہوگا ... اس نے فوراً اپنے غیر ملکی بڑوں سے رابطہ کیا ہوگا۔ انہیں بتایا ہوگا کہ انسپکٹر جمشید ہوٹل کی تلاشی لینا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ اوپر سے اجازت لینے کی کوشش کر رہے ہیں... اب یہ بات فوری طور پر ہمارے صدر صاحب کو بتائی گئی ہو گی ...انشارجہ کا کوئی بڑا آدمی صدر صاحب کو روک دے تو وہ کس طرح آئی جی صاحب کا فون سن سکتے ہیں ... جب کہ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ آئی جی صاحب انہیں کیوں فون کر رہے ہیں۔" فرزانہ روانی کے عالم میں کہتی چلی گئی۔

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی گونج اٹھی:

☆☆☆☆☆

بڑا وہ

انہوں نے فون کی اسکرین کی طرف دیکھا ۔ جوزف کا نمبر نظر آیا ۔ آن کرکے انہوں نے کان سے لگا لیا :

’’ کیوں ... کیسی رہی ... ہوٹل میں داخل نہیں ہو سکے نا ... پھر ملاقات ہوگی ... مجھ تک پہنچنا تم لوگوں کے بس کی بات نہیں ۔ تم تو مجھے پہچان بھی نہیں سکے۔‘‘

’’ ایسی بات نہیں... میں چاہتا تھا ... تمہارے سامنے پہنچ کر بتاؤں۔‘‘

’’کیا بتاؤں...‘‘

’’ یہ کہ تم کون ہو ... لیکن اب ہماری اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی تو پھر میں ابھی بتا دیتا ہوں ۔‘‘

’’ اب میں کب تک کمرہ نمبر 100 میں تم لوگوں کا انتظار کروں گا... آخر مجھے جانا بھی ہے ...‘‘

’’ تو آپ ہمیں خود ہی آنے دیں نا ... ہوٹل کے لوگوں سے کہہ دیں... ہم لوگوں کو اندر آنے دیں۔‘‘

’’ یہ اس ہوٹل کے قانون کے خلاف بات ہوگی ۔‘‘

’’آپ کی مرضی... یا پھر اگر آپ بہادر ہیں... آپ میں کچھ غیرت ہے تو خود ہوٹل سے باہر آجائیں اور ہم سے ملاقات کرلیں۔‘‘

’’ میں ایسی باتوں میں آنے والا نہیں ... آپ میں طاقت ہے تو مجھ تک آجائیں ... میں آپ کے ملک میں موجود ہوں اور آپ کو چیلنج کر رہا ہوں۔‘‘

’’ اچھی بات ہے...آپ اپنے کمرے میں ٹھہریں ... ہم آرہے ہیں۔‘‘

’’ میں آپ کے استقبال کے لیے تیار ہوں ۔‘‘

انہوں نے فون آف کر دیا ... پھر صدرصاحب کے نمبر ملائے، ان سے رابطہ نہ ہوسکا ... اب انہوں نے آئی جی صاحب کو فون کیا... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی ، وہ کہہ رہے تھے :

’’صدر صاحب نے جو نمبر ہمیں دیے ہوئے ہیں... اس وقت ان پر رابطہ نہیں ہو پا رہا ہے... میں اپنے طور پر اس ہوٹل کی تلاشی کا حکم دے نہیں سکتا ... اب تم بتاؤ کیا کروں۔‘‘

"ٹھیک ہے سر ... کوئی بات نہیں... ہم ہوٹل میں داخل نہیں ہوں گے ... لیکن مجرم کے ہوٹل سے باہر نکلنے پر تو اسے گرفتار کر سکتے ہیں نا، آخر وہ ہماری عدالت کے حکم کے مطابق مجرم ہے ۔"

"ضرور کیوں نہیں ... اس سے تمہیں کسی نے نہیں روکا ۔"

"بہت بہت شکریہ ۔" یہ کہہ کر انہوں نے موبائل بند کر دیا :

"ہمیں جو کچھ کرنا ہے ... اپنی ذمے داری پر کرنا ہے ..اس میں خطرات بھی ہیں... لہٰذا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا ۔"

"ٹھیک ہے جمشید ... سوچ سمجھ لو ... تم جو کہو گے ، ہم کرنے کے لیے تیار ہیں ۔"

"چلو فرزانہ سوچو..." فاروق نے فوراً کہا ۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہم بھول ہی گئے ۔" محمود چونکا ۔

"کیا بھول گئے ؟" پروفیسر بولے ۔

"یہ کہ فرزانہ ہمارے ساتھ ہے... ترکیب بتانا اس کا کام ہے ۔"

"دھت تیرے کی ۔" فرزانہ نے محمود کے انداز میں کہا ۔

پھر وہ سب سوچ میں ڈوب گئے ... آخر فرزانہ نے کہا :

"وہ مارا ! میں نے ترکیب سوچ لی ... لیکن اس پر عمل کرنے کے لیے ہمیں یہاں سے کچھ فاصلے پر جانا پڑے گا ... یا گھر تک

جانا ہوگا ۔" اس نے کہا اور پھر دبی آواز میں ترکیب بتانے لگی ۔

☆☆☆

ہوٹل راج گھاٹ کے مین گیٹ کے سامنے اچانک ایک گولا سا گرا... وہ پورے زور سے پھٹا... اور آن کی آن میں گہرا دھواں چاروں طرف پھیل گیا ...دھواں ہوٹل کے اندر بھی داخل ہوگیا ... عین اسی وقت اندر بھی دھماکا ہوا ... پھر اندر کئی دھماکے اور ہوئے... اب پورا ہوٹل دھوئیں کی لپیٹ میں تھا اور لوگ باہر کا رخ کر رہے تھے ...یا پھر بے ہوش ہو ہو کر گر رہے تھے ... اس کے صرف چند منٹ بعد کمرہ نمبر 100 کا دروازہ کھلا اور اندر سے کوئی بدحواسی کے عالم میں نکلا ... فوراً اسے چھاپ لیا گیا۔

صرف چند منٹ بعد اسے ہوٹل سے باہر ایک گاڑی میں سوار کیا گیا اور گاڑی تیر کی طرح ایک خاص راستے پر روانہ ہو لی ... آدھ گھنٹے بعد کمرہ نمبر 100 کا رہائشی خفیہ عمارت نمبر 5 میں تھا ... یہ عمارت بہت خاص موقعوں پر استعمال کی جاتی تھی ... اس بے ہوش شکار کو ہوش میں لایا گیا ...حفاظتی انتظامات پہلے ہی کر لیے گئے تھے... اسے خاص قسم کی رسی سے باندھا جا چکا تھا اور پروفیسر داؤد نے ایک ایسی دوا اسے سنگھا دی تھی کہ اس کے جسم کی ساری طاقت سلب ہو کر رہ

گئی تھی ... کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا:

"ہیلو مسٹر جوزف ! اب کہو ... کیسی رہی۔"

جوزف خاموشی سے انہیں گھورنے لگا ... اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ تھی ... غصہ تھا... گویا وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا:

"بہت چپ ہو جوزف ... تم تو بہت آئیں بائیں شائیں کر رہے تھے، بہت لمبی لمبی ہانک رہے تھے..."

"لیکن اب تم پر میرے اغوا کا مقدمہ بنے گا۔" آخر اس نے منہ کھولا۔

"ثبوت مسٹر... ثبوت۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔" ان کے پاس ثبوت کوئی نہیں کہ یہ کام ہم نے کیا ہے... عدالت ثبوت طلب کرے گی ... لہٰذا تم اس بات کو چھوڑو...اس معاملے سے ہم خود نبٹ لیں گے ... اپنی بات کرو ... تم ہمارے ملک کے مجرم ہو ...رفیق باجوہ کے قاتل ہو ... عدالت تمہیں سزا سنانے والی ہے ... فیصلہ بہت جلد سنا دیا جائے گا ... اس وقت ہم تمہیں عدالت میں پیش نہیں کریں گے ... بلکہ یہیں اسی عمارت میں وہ سزا تمہیں دے دی جائے گی ... اور مسٹر جوزف ... یہ اس لیے بھی دی جائے گی کہ تم صرف اسی کیس میں

ہمارے مجرم نہیں ہو ... اس سے پہلے بھی تم ہمارے ملک کو نقصان پہنچانے کی مسلسل کوشش کرتے رہے ہو۔"

"جی... کیا مطلب۔" محمود، فاروق اور فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"ہائیں جمشید ! یہ تم نے کیا کہا۔"

"میں نے ٹھیک کہا ... ابھی بتاؤں گا، میں نے یہ کیوں کہا ... پہلے اس سے بات کر لینے دیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں تو مسٹر جوزف اب کیا کہتے ہو۔"

"تم لوگ مجھے دوا کے اثر سے فارغ کر دو...میرے ہاتھ پیر کھول دو... اس کے بعد جو پوچھنا چاہو ... پوچھنا... میں تمہیں ایسا جواب دوں گا... کہ تمہاری ساتھ پشتیں یاد کریں گی۔"

"ہم ایسا ضرور کرتے ... لیکن اب نہیں کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"اگر تم نے خود کو ہوٹل راج گھاٹ کی پناہ میں نہ لیا ہوتا اور ہمیں یہ احساس نہ دلایا ہوتا کہ ہم اس ہوٹل کے مقابلے میں کچھ نہیں کر سکتے تو ہم ضرور تم سے تمہاری شرائط کے مطابق مقابلہ کرتے ... لیکن اب ایسا نہیں ہوگا ...ہم دشمن کو

اسی کی زبان میں جواب دینے کے عادی ہیں۔ ہماری طرف ایک محاورہ بولا جاتا ہے... جیسا کرو گے، ویسا بھرو گے۔" انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

" بلکہ ایک اور محاورہ بھی بولا جاتا ہے ... جیسے کو تیسا۔" فاروق بولا۔

" کہنے کو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں، ترکی بہ ترکی۔" محمود مسکرایا۔

" دیکھا ... کر دی نے انہوں نے تمہاری ترکی تمام۔" خان رحمان بولے۔

" تم بھی کھلے میدان میں للکارتے ... ہوٹل میں بند ہو کر نہ بیٹھتے ... تو اس وقت ... بلکہ اس وقت سے پہلے ہی ... کھلے میدان میں ہم تم سے دو دو ہاتھ ضرور کرتے... لیکن اب ہم ایسا نہیں کریں گے ... تم نے ہوٹل کے معاملے میں ہمیں بے بسی میں مبتلا کیا ... اب ہم نے تمہیں بے بسی میں مبتلا کر دیا... اسے کہتے ہیں، نہلے پہ دہلا۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

" بلکہ اسے کہتے ہیں... اوہ میں بھول گیا کہ اسے کیا کہتے ہیں... میں بتاتا ہوں ... اسے کہتے ہیں ... سیر کو سوا سیر۔" محمود نے ہنس کر کہا۔

" ہاں تو ہمارے پرانے دشمن ... ہمیں دنیا کی نظروں میں گرا دینے کا خواب دیکھنے والے ہمارے مجرم ... یعنی مسٹر رابرٹ کنگ... اب تمہاری یہی سزا ہے ... اس کے علاوہ کوئی اور سزا نہیں ... جس دن عدالت تمہیں سزا سنائے گی... ہم اسی دن تمہارے پاس آئیں گے... کیونکہ عدالت کی نظروں میں اور ہمارے ملک کی نظروں میں تو تم ہو گئے مفرور... لیکن ہمارے نزدیک نہیں، لہٰذا ہم تمہیں یہاں آ کر سزا دیں گے ... اچھا اب ہم چلتے ہیں۔"

" کیا کا آپ نے ابا جان... رابرٹ کنگ... تو کیا یہ وہی رابرٹ کنگ...؟"

" ہاں فرزانہ یہ وہی رابرٹ کنگ ہے... انشارجہ کی خفیہ پولیس کا چیف... (خوف کا سمندر پڑھیے) جس نے انشارجہ سے ہمارے فرار کو ناممکن بنانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اور ہماری تلاش میں ریاست تمبولی کے حکمران زردان نمیری کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔"

" تو یہ یہاں پر کیا کر رہا ہے... یہ تو انشارجہ کی خفیہ پولیس کا چیف ہے... یہ کام تو یہ اپنے کسی ایجنٹ سے بھی لے سکتا تھا... چیف صاحب کو خود میدان میں کود پڑنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔"

" دراصل ہمارے فرار کو اس نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تھا اور اس

نے انشارجہ کے صدر سے یہاں تک کہا تھا کہ اب ہمارے ملک میں جا کر ہمارے خلاف نیا منصوبہ بنائے گا... ہمیں چین کی سانس نہیں لینے دے گا... اس نے کہا تھا کہ اگر اس نے ہمیں اپنے ہی ملک میں عاجز نہ کردیا تو اس کا نام رابرٹ کنگ نہیں۔''

انہوں نے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلائے اور باہر نکل آئے۔

اب وہ گھر پہنچے ۔ رات کے کھانے کے بعد سب ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ بیگم جمشید نے برف میں لگے آم ان کے سامنے ایک بڑی سی ٹرے میں لا کر رکھ دیئے۔ آموں کی اس دعوت کے دوران فرزانہ نے انسپکٹر جمشید سے پوچھا۔

'' ابا جان ! سرفراز گانو کی گرفتاری تو سمجھ میں آتی ہے لیکن عدالت نے فاضل بیگ ، اختر سہیل اور نعمان گیلانی کو گرفتار کرنے کا حکم کیوں دیا...نواب فاضل بیگ تو بیچارے خود اس سازش کا شکار ہوئے تھے۔ ان کا کیا قصور تھا...فاضل صاحب تو گویا آسمان سے گرے کھجور میں اٹکے۔''

'' مجھے تو اختر سہیل کی گرفتاری پر زیادہ حیرت ہوئی ... وہ بیچارہ تو تین میں تھا نہ تیرہ میں...'' فاروق بولا۔

'' لگتا ہے گیہوں کے ساتھ گھن بھی پیس ڈالا عدالت نے...''۔

انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر تینوں کو دیکھا اور بولے:

'' تو پھر میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کئے دیتا ہوں۔''

'' ہائیں ! یہ آپ لوگوں نے تو محاوروں کی مہا بھارت چھیڑ دی۔''

بیگم جمشید بوکھلا گئیں۔

'' اور بیگم ! اب تو آپ بھی اس دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' اور میں اس سوال کا جواب بھی نہیں ڈھونڈھ پائی کہ آخر ریموٹ کنٹرولر پر فاضل بیگ کے فنگر پرنٹ لینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔''

فرزانہ نے کہا۔

سب کی نظریں انسپکٹر جمشید پر جمی تھیں... آخر انہوں نے کہنا شروع کیا:

'' دراصل ہمارے سراغرسانی کے اداروں میں انشارجہ نے اپنے کافی ایجنٹ داخل کردیئے ہیں اور انہی کی مدد سے یہ پلان بنایا گیا تھا ...پلان کا ماسٹر مائنڈ جیسا کہ تم جانتے ہو رابرٹ کنگ تھا...جو یہاں جوزف کے روپ میں موجود تھا...سرفراز گانو ،نعمان گیلانی ، علی اکبر ، اور اختر سہیل انشاجہ کے ایجنٹ تھے جو اپنے ضمیر کا سودا کرکے اپنے فرض سے غداری کر رہے تھے...ان چاروں کا تعلق محکمہ دفاع کی سیکرٹ

سروس سے تھا... سرفراز گانو ان کا چیف تھا... رابرٹ کنگ نے جب اس
پلان کے بارے میں سرفراز گانو کو ہدایات دیں تو اس نے سوچا کہ اس
کام کو کسی وی آئی پی اور معتبر شخصیت کے ذریعے انجام دیا جائے...
اس کے ذہن میں نواب فاضل بیگ کا نام آیا جو اس کے پرانے
دوست بھی تھے ... اس نے فاضل بیگ کو کوئی بڑا لالچ دے کر یہ کہا
کہ ایک عدد دعوت کا انتظام کرے اور دعوت کے دوران بم رکھے اور
برآمد جانے کا ڈرامہ کرکے الزام مجھ پر ڈال دیں ...یعنی میرے خلاف
ایک فرضی کہانی گھڑ کے میرے خلاف گواہی دیں...اور بھی نہ جانے کیا
کیا گھناؤنے الزامات لگائے جانے تھے... لیکن ہوا یوں کہ فاضل بیگ
ڈر گئے اور انہوں نے میرے خلاف اس منصوبے میں سرفراز گانو کا
ساتھ دینے سے صاف انکار کردیا...اب تو سرفراز گانو گھبرایا کہ کہیں
فاضل بیگ بھانڈا ہی نہ پھوڑ دے...لہذا اس نے فاضل بیگ کا منہ بند
رکھنے کے لئے اپنے ایک کارکن علی اکبر کو فاضل بیگ کے گھر ملازم رکھوا
کر ایک رات اسے بیہوش کرکے ریموٹ کنٹرولر پر اس کی انگلیوں کے
نشانات حاصل کرلئے...اور فاضل بیگ کو بلیک میل کرنا شروع کردیا کہ
اگر اس نے بھانڈا پھوڑا تو بم رکھنے کی سازش کا الزام خود اسی پر لگا دیا
جائے گا...''

'' لیکن یہ تو بم والے دن سے پہلے کی بات تھی...اگر فاضل بیگ
پہلے ہی یہ راز فاش کردیتے یا آپ کو اس کے بارے میں بتا دیتے تو
الزام کیسے ان پر آتا'' محمود نے پوچھا۔

'' ان کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکی بھی دی گئی تھی ... وہ اس
دھمکی سے گھبرا گئے ہونگے کہ بتانے کی صورت میں ان کی یا ان کے گھر
کے کسی فرد کی جان ہی نہ لے لی جائے... آج صبح عدالت جانے سے
پہلے کہ مختصر وقت میں جہاں بہت سے ثبوت اکٹھے کرنے تھے میں نے
ان سے ملاقات کرکے یہ سوال پوچھا تھا اور انہوں نے میرے سامنے
ہاتھ جوڑ دیئے تھے کہ میں اس بات کا ذکر عدالت کے سامنے نہ کروں
..اور یہاں میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ انہیں گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ ان کی
اپنی درخواست پر جان کے خطرے کے سبب پولیس کی حفاظت میں دیا
گیا ہے...جج صاحب کو میں نے جو فائل کل عدالت میں دی تھی اس
میں اس سے متعلق ایک خفیہ درخواست بھی منسلک تھی...''

'' تو پھر اختر سہیل کو کیوں گرفتار کیا گیا...اس کا کیا رول تھا۔''

'' انگلیوں کے نشانات لینے کے بعد سرفراز گانو نے مناسب سمجھا کہ
اب علی اکبر کو غائب کردیا جائے کیونکہ فاضل بیگ جانتے تھے کہ
علی اکبر دراصل سرفراز گانو کا آدمی ہے اور سرفراز گانو کوئی رسک نہیں

لینا چاہتا تھا کہ اگر کسی وقت فاضل بیگ راز فاش کردے تو علی اکبر کے ذریعے میں سرفراز گانو تک نہ پہنچ جاؤں... اسی لئے اس نے علی اکبر کو ایسے قبائلی علاقے میں روپوش ہونے کیلئے کہا جہاں کوئی اس پر ہاتھ نہ ڈال سکے... لیکن برا ہوا اس کیلئے اس موبائل فون سم کا گم ہونا جس کو ٹریک کرتے ہوئے ہم اسے پکڑ لائے... رہا سوال سہیل اختر کا ... تو ثابت ہو چکا ہے کہ وہ بھی سرکاری ملازم تھا یعنی محکمہ دفاع کا کارکن... اور اس معاملے سے پہلے ہی آئی ایس آئی کو ان لوگوں کے نیٹ ورک پر شک تھا اور ان کی کچھ ناپسندیدہ سرگرمیوں کی رپورٹ انہوں نے تیار کر رکھی تھی اور اسی رپورٹ کے ذریعے مجھے عدالت کو یقین دلانے میں مدد ملی کہ یہ لوگ پہلے سے ہی مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں ... اب علی اکبر کے جانے کے بعد سرفراز گانو کو فاضل بیگ کی نگرانی کیلئے کوئی تو درکار تھا لہذا یہ کام سہیل اختر سے لیا گیا... جس وقت محمود اور فاروق سرونٹ کوارٹرز میں علی اکبر کی الماری کی تلاشی لے رہے تھے اور انہیں کچھ نہ ملا تھا تو میں نے اس سہیل اختر کے چہرے پر اطمینان اُمڈتے دیکھا تھا... اسی وقت مجھے اس پر شک ہوگیا تھا اور ممکن تھا کہ اگر وہ سم نہ ملتی تو پھر میں سہیل اختر کی راہ پر لگ کر مجرموں تک پہنچتا... لیکن پھر فرزانہ کے واپس سرونٹ کوارٹر جا کر آنے سے شاید

دشمن ہوشیار ہوگئے تھے یعنی انہیں شک ہوگیا تھا کہ ہم کوئی اہم سراغ پانے میں کامیاب ہوچکے ہیں اور انہوں نے مزید کوئی چانس لینے کے بجائے ہمیں راستے میں ختم کر ڈالنے کی ٹھان لی... نگرانی تو ہماری پہلے سے ہی ہو رہی تھی اور ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ہمارا مقابلہ عام مجرموں سے نہیں بلکہ اپنے ہی ملک کے تربیت یافتہ انٹیلجنس ایجنٹوں سے تھا۔"

"اچھا یہ تو بتائیں کہ جب سارے منصوبے پر کامیابی سے عمل ہورہا تھا اور آپ کو پھنسانے کی کوشش کامیاب ہوچلی تھی تو پھر ریموٹ کنٹرولر کو سامنے لاکر فاضل بیگ کو مشکوک بنانے کی کیا ضرورت تھی۔"

فاروق مسکرایا۔

"اچھا سوال ہے فاروق! بظاہر تو اسی لئے کہ یہ معاملہ ختم ہونے اور ہمارے اچھی طرح پھنس جانے اور ہمیں عدالت سے سزا ہو جانے کے بعد بھی اگر کسی وقت فاضل بیگ سچ سامنے لانے اور بھانڈا پھوڑنے کی کوشش بھی کرے تو ریموٹ پر فنگر پرنٹ ہونے کے سبب مشکوک بن جانے کے بعد عدالت اس کے بیان پر بھروسا نہ کرے۔"

"حیرت ہے کہ وہ خفیہ انٹیلجنس ادارے جن پر ہمارے ملک کے لوگ دیوتاؤں کی طرح اندھا اعتماد کرتے ہیں وہی ہمارے خلاف سازش

کر رہے تھے۔"

"ادارے نہیں بلکہ ادارے میں موجود کالی بھیڑیں..."

"سازشی دیوتا۔" فاروق کے منہ سے کھوئے کھوئے لہجے میں نکلا۔

"اب یہ نہ کہنا کہ یہ کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔"

"نہیں! بلکہ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ اس نام کا ناول لکھا جا چکا ہے... آج ہی میرے پاس آیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھا اور چلا باہر کی طرف۔

"کہاں چلے..."

"ناول پڑھنے... اسکولوں کی تو چھٹیاں ہیں... اب اور کام ہی کیا ہے جاسوسی ناول پڑھنے کے سوا..."

اسی وقت محمود اور فرزانہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اب تم لوگ کہاں چلے..."۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔

"ناول پر فاروق سے پہلے ہاتھ صاف کرنے۔" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور پھر دونوں فاروق کے پیچھے دوڑ پڑے۔

☆☆☆☆☆

آئندہ ناول **انجانی طاقت**

آئندہ ناول کی ایک جھلک

مصنف: اشتیاق احمد

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

☆ حماد حسن کی مشکل بہت پراسرار تھی۔

☆ ہر شخص... ہر کارخانے دار... اسے ملازمت دینے کے لیے فوراً تیار ہو جاتا تھا، لیکن دوسرے دن جب وہ ملازمت پر جاتا تو اسے فوراً ملازمت سے نکال دیا جاتا۔

☆ اور کوئی بھی نکالنے کی وجہ بتانے کے لیے تیار نہیں تھا۔

☆ ان حالات میں اس کی ملاقات آخر انسپکٹر جمشید سے ہوگئی۔

☆ انہوں نے اس کی کہانی سن کر کہا، یہ کیا مشکل ہے... ابھی اس کا حل نکل جاتا ہے۔

☆ انہوں نے نوجوان کو خان رحمان کے پاس بھیج دیا۔

☆ خان رحمان نے فوراً اسے ملازم رکھ لیا... اور دوسرے دن کام پر آجانے کے لیے کہہ دیا۔

☆ دوسرے دن جب حماد حسن کام پر پہنچا۔ خان رحمان نے بھی اسے فوراً ملازمت سے نکال دیا۔

☆ انسپکٹر جمشید وغیرہ کو جب یہ خبر ملی تو مارے حیرت کے ان کی سٹی گم ہو گئی۔

☆ انہوں نے خان رحمان سے ملاقات کی... اور وجہ پوچھی... اس پر انہوں نے کہا... جمشید! وجہ مجھے خود معلوم نہیں۔

☆ ایک انجانی طاقت اس سارے کھیل کے پیچھے کام کر رہی تھی...

☆ وہ طاقت کیا تھی... آپ کی حیرت ہر لمحے بڑھتی چلی جائے گی۔

☆ انسپکٹر جمشید کو ایک شخص کی تلاش تھی۔

☆ وہ شخص انہیں ایک پاگل خانے میں ملا، لیکن کس حالت میں۔

☆ سسپنس سے لبریز ایک ناول۔

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34228050
e-mail: atlantis@cybar.net.pk
www.inspector-jamshed-series.com